فون نمبر: 5863260 5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے
Email: centralanjuman@yahoo.com

جلد نمبر 99 | 11 رجب تا 11 شعبان 1432 ہجری یکم تا 30 جون 2012ء | شمارہ نمبر 12-11

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

انسان کی اخلاقی حالت درست نہ ہو تو اسے کامل ایمان حاصل نہیں ہو سکتا

شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں جن کی حفاظت ہر ایک انسان کو ضروری ہے، ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت، اس کی عبادت، اس کے خوف، اس کی اطاعت میں، اس کی ذات میں صفات میں کسی کو شریک اور برابر نہ بنایا جاوے اور حق العباد یہ ہے کہ تکبّر، خیانت ظلم وغیرہ بدخلقی کسی نوع کی بھی اپنے کسی بھائی سے نہ کی جاوے۔ گویا اخلاقی حالت میں کسی قسم کا فتور نہ واقع ہو اور کماحقہٗ حقوق اخوّت کی نگہداشت کی جاوے۔ سننے میں تو دو ہی فقرے ہیں مگر عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا بڑا ہی فضل ہو تو انسان ان دونوں پہلوؤں پر قائم رہ سکتا ہے۔ کسی میں قوّت غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ذرا سی بات پر جب غضب میں آجاتا ہے اور قوّت غضبی جوش مارتی ہے تو نہ دل اس کا پاک رہ سکتا ہے نہ زبان، دل میں کینہ رکھتا ہے اور اندر ہی اندر اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے سوچتا رہتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ کسی میں قوت شہوانی غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرضیکہ جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچّی معرفت کا نُور پیدا ہوتا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ پس سچّا موحد بننے کے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنّی کا مرض بہت ہی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ادنےٰ ادنےٰ سی باتوں پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرتے ہیں اور نیک ظنّی نہیں کرتے بلکہ ایسے ایسے عیوب اپنے بھائی کی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں جو اس میں نہیں ہوتے اور اگر وہی عیوب ان کی طرف کوئی منسوب کرے تو ان کو سخت ناگوار معلوم ہوں۔ پس اوّل یہ بڑی ضروری بات ہے کہ انسان حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کرے اور ہمیشہ نیک ظنّ رکھے کیونکہ اس سے محبت اور اُنس بڑھتا ہے اور آپس میں میل جول بڑھنے سے جماعت کی قوّت پیدا ہوتی ہے اور دوسروں کو نکتہ چینی کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور خود انسان بھی دوسرے عیوب، حسد، کینہ، بغض وغیرہ سے بچا رہتا ہے۔'' (ماخوذ از پیغام صلح 2005)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب

برموقع تقریب ''یوم وصال مسیح موعود علیہ السلام''

مورخہ 26 مئی 2012ء بروز ہفتہ بمقام جامع دارالسلام، لاہور

اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

26 مئی ہمارے امام وقت کے وصال کا دن ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا کہ ہم ان کے متعلق کچھ باتیں سن سکیں اور ان کے سننے سے ہمارا علم بڑھے اور ہمارے حوصلے بھی بلند ہوں اور ان کی زندگی کے نمونہ پر عمل کرنے سے ہماری روحانی ترقی ہو۔

ہم ایسے حالات سے گذر رہے ہیں کہ جماعت آزمائشوں میں ہے اور آج جو میں نے مختصر سا خطاب کرنا ہے وہ یہی ہے کہ جوں جوں ہم مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھتے جائیں گے تو یہ احساس ہوگا کہ اگر ہمارے اندر ایمان کی کمی ہے تو وہ ان کی کتب نہ پڑھنے کی وجہ سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ واضح کر دیا ہے کہ **میری کتب کو جماعت کا ہر فرد کم از کم تین مرتبہ پڑھے۔** آج اگر ہم جائزہ لیں تو ایسے ممبران جماعت کی تعداد بہت کم ہے جنہوں نے مسیح موعود علیہ السلام کے اس حکم پر عمل کیا ہو۔ آج میں اپنی اور آپ کی توجہ مسیح الزمان کے اس فرمان کی طرف مبذول کرواتا ہوں کہ **آپ کی کتب کا مطالعہ ہماری جماعت کے لئے آج کی سب سے اہم ضرورت ہے۔**

مصائب اور آزمائشیں

براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں دو چیزوں کا ذکر ہے چاہے کوئی فرد ہو، نبی ہو، محدث ہو، اولیاء اللہ ہو یا جماعتیں ہوں ان کے لئے دو سٹیجز (Stages) حضرت صاحب نے بیان کی ہیں۔ **پہلی سٹیج** میں تکالیف، مصیبتیں، تنگی، دکھ، آزمائشیں اور ستایا جانا ہے۔ اس میں سے انسان کو گذرنا ہوتا ہے اور اس کا مقصد ہوتا ہے کہ انسان کے اندر اعلیٰ اخلاق کا ظاہر کرنا اور اس طرح انسان مصیبت میں صبر دکھاتا ہے، ثابت قدم رہتا ہے اور وفاداری سے اللہ تعالیٰ کی راہ پر لگا رہتا ہے۔

پھر انسان **دوسری سٹیج** میں داخل ہو جاتا ہے جہاں پر اس کو فتح، اقبال، دولت، اختیار، طاقت نصیب ہوتی ہیں اور پھر جب یہ حاصل ہو جائیں تو اولیاء اللہ اس حالت میں دُکھ دینے والوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور ستانے والوں کو درگذر کر دیتے ہیں اور دشمنوں سے پیار کرتے ہیں۔

دوسرا پہلو جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ **اعلیٰ نمونہ خود رسول کریم صلعم نے آزمائشوں اور فتح میں دکھایا۔**

مسیح موعود علیہ السلام کا رسول کریم صلعم پر مکمل اتباع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر چیز میں رسول کریم صلعم کی اتباع کرتے اور اسی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کا امام، مسیح موعود اور مہدی معہود بنایا **لیکن باوجود یہ رتبہ پانے کے آپ نے نہایت انکساری سے کام لیا** اور اس کا ذکر **''فتح اسلام''** میں آتا ہے کہ انہوں نے کبھی دانائی اور علم کا دعویٰ نہیں کیا اور وہ فرماتے ہیں کہ **میرے لئے یہ کافی ہے کہ عنایت الٰہی نے میری دستگیری کی ہے اور وہ علم بخشا ہے جو کہ مدارس سے نہیں بلکہ آسمان کے معلم سے ملتا ہے۔** کبھی خود انہوں نے اس پر غرور نہیں کیا اور **''آسمانی فیصلہ''** میں فرماتے ہیں کہ **''میری اس میں کیا کسر شان ہے کہ اگر کوئی مجھے کتا کہے، کافر اور دجال کہے اگر خدا تعالیٰ مجھ سے راضی نہیں اور اس کی نگاہوں میں برا ہوں تو پھر میں کتا کیا میں**

ہزاروں درجے کتوں سے برتر ہوں" ایک ایسے شخص جس کو رسول کریم صلعم نے اپنا سلام بھیجا ہو اور وہ عجز دکھائے۔ اس سے بہتر نمونہ کسی اور شخص میں نظر نہیں آتا۔

آپ **"ازالہ اوہام"** میں قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ **"درحقیقت مجھ میں کوئی علمی اور عملی خوبی، ذہانت، دانش مندی کی لیاقت نہیں۔ ایک غیب میں ہاتھ ہے جو مجھے تھام رہا ہے اور ایک پوشیدہ روشنی ہے جو مجھے منور کر رہی ہے اور ایک آسمانی روح ہے جو مجھے طاقت دے رہی ہے۔ بخدا میری نظر ایک پر ہی ہے جو میرے ساتھ ہے اور اس دنیا کی قدر میرے لئے ایک کیڑی کے برابر بھی نہیں۔**

جیسا کہ ایک مقرر نے ابھی ذکر کیا کہ دو چار خوابیں بھی آ جائیں تو انسان آسمانوں میں اڑنے لگ جاتا ہے اور بعض لوگ اسے اپنے سر پر بیٹھا لیتے ہیں **لیکن باوجود اللہ تعالیٰ سے اتنا گہرا تعلق ہونے کے مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں، کوئی، کبھی شوخی کی بات نہیں کی۔**

جو باتیں میں بیان کر رہا ہوں ان کو یاد رکھنا اس لئے بہت ضروری ہے کیونکہ آزمائشوں کے دن آنے ہیں اور آزمائشوں کے بعد بہتر دن آنے ہیں اور ہم نے انکساری اختیار کرنی ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز قابل بیان ہے وہ یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی سچائی اور فتح کا یقین تھا۔ **"ازالہ اوہام"** میں وہ دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ سچ پر ہیں اور ان کے اس میدان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے فتح ہو گی اور یہ فتح تمام دنیا میں ہو گی کیونکہ اللہ کا ہاتھ آپ کے لئے چل رہا ہے اور اسی کی زبان آپ کے لئے بول رہی ہے۔ آپ کے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے" اور وہ **"نشان آسمانی"** میں فرماتے ہیں کہ "**جس نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ میرے لئے وہی پناہ کافی ہے یقیناً وہ اپنے بندے کو ضائع نہیں کرتا اور اپنے فرستادہ کو برباد نہیں کرتا"۔**

تو ان ساری چیزوں کو ہم نے اپنے ذہن میں رکھنا ہے کہ ہمارے اس زمانے کے مسیح موعود، مہدی معہود، مجدد، اس زمانے کے امام کو ہم نے ان خوبیوں میں اپنانا ہے تا کہ ہم ان کی اصلی جماعت کہلانے کے قابل ہو جائیں اور آپ یہ سوال **"ازالہ اوہام"** میں کرتے ہیں کہ **"پھر وہ آنکھیں بینا ہیں؟ جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں، کیا وہ زندہ ہیں جسے آسمانی صدا کا احساس نہیں"**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا ثبوت

حضرت صاحب نے خود "آئینہ کمالات اسلام" میں یہ بیان فرمایا کہ **"میں اپنے آپ کو سچا کیوں تصور کرتا ہوں" ایک** ان کی دعاؤں میں قبولیت"۔ دعاؤں کی قبولیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی ایک بہت بڑی نشانی ہے اور حضرت صاحب کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت رکھی تھی۔ **دوسرا** کہ "اللہ تعالیٰ ان کی تمام حاجتیں پوری کرتا تھا" اور **تیسرا** "آپ کے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہوئی تھی **اور آپ کے دوست کا اللہ تعالیٰ دوست تھا اور آپ کے دشمن کا اللہ تعالیٰ دشمن تھا۔**

احباب جماعت کے لئے میرا پیغام

میرا پیغام یہی ہے کہ ہمیں حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور جو چیز عام سننے میں آتی ہے، دیکھنے میں آتی ہے کہ حضرت صاحب کی اردو بہت مشکل ہے۔ یہ ایک تصور دماغ میں لے کر ان کا لٹریچر نہ پڑھنے کا ہم نے ہمیشہ کے لئے ایک بہانہ بنا لیا ہے۔ اگر ایک دفعہ نہیں سمجھ آئے گی، دوسری دفعہ نہیں تیسری دفعہ سمجھ آنے لگ جائے گی۔ تو شروع کہیں سے چھوٹی کتابوں سے کریں۔ لیکن یہ ہم آج کے دن دل میں رکھیں کہ کچھ نہ کچھ آپ کی کتب جو انہوں نے لکھی ہیں جس میں ہمارے لئے پیغامات ہیں ان کو ہم پڑھیں تا کہ اس میں **ہم دیکھیں کہ کون شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے مقام پر پہنچا دیا۔**

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی صحیح جماعت بننے میں مدد فرمائے اور اس زمانے میں جس میں ہم اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کر رہے ہیں اور آئے دن ہم نقصانات بھی اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور اس جماعت کو ضائع نہ ہونے دے، اس کو فروغ دے اور اس کو دنیا میں پھیلائے اور ہم تمام اس کو پھیلانے میں اپنے فرائض ادا کرتے رہیں۔ **ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ میں بحیثیت احمدی جماعت کے لئے کیا کر رہا ہوں۔** اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی جماعت کے لئے جو کام بھی ہمارے لائق ہے وہ ہم کرتے رہیں۔ آمین۔ ثم آمین

از: بشریٰ رحمٰن

نسخہ قربت الٰہی

نماز اور دُعا

میری زندگی کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سلسلہ سے جس کو بقول مسیح موعود علیہ السلام اللہ جل شانہ نے خود قائم کیا ہے۔ بچپن سے وابستہ رکھا ہے آئندہ بھی وابستہ رہوں گی اور تادم آخر ہر کڑے سے کڑے امتحان میں اللہ ثابت قدم رکھے۔ گھریلو ماحول اور کچھ بزرگان سلسلہ کی صحبت کی برکات نے شروع سے میرے دل میں یہ تڑپ اور محبت پیدا کر دی تھی کہ سلسلہ کی خدمت کروں تا کہ امام زمانہ کے معجزات اور صداقت کے نشان جلی حروف میں ہر بشر کو نظر آویں اور اندھیروں میں (ذہنی وقلبی) بھٹکنے والوں کو اصل منزل حقیقی کی راہ دکھائی دے۔ احمدیت کے حوالے سے زندگی میں کافی تلخ تجربات نے مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مہر لگا دی۔

ذات ناتواں میں برکات انوار سے جلتا ہوا دیا
دنیا کی آندھیوں سے بھلا یہ بجھے گا کیا

عملی زندگی کی شروعات ازدواجی بندھن کے بعد دارالسلام میں شروع ہوئی ہے اور اک عجب شدت پیاس تھی کہ کچھ لکھوں اور کسی ایسے موضوع کو زینت مضمون بناؤں کہ جس کی اول تو پیدائش آدم سے اور پھر آمدِ خاتم النبین خاتم المرسلین سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروعات ہوتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کے نظام کو اپنے پیارے حبیبؐ پر اپنی آخری کتاب قرآن کریم کو نازل کر کے نافذ کر دیا اور انسانیت کو آخری دین بطور مکمل ضابطہ حیات دے دیا۔ دین اسلام کو تمام ادیان پر فوقیت، افضلیت خصوصی طور پر ہے اور دین اسلام میں جس امر پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں جس کا ذکر بار بار ہے وہ اپنے رب کی بندگی کرنا ہے۔ اور بندگی کیا ہے؟ عبادت ہے اور عبادت کیا ہے؟ اطاعت ہے اور اطاعت اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کی باتیں اور احکامات پر عمل کرنا ہے۔

یاد رکھیں جب ذات باری تعالیٰ ہی دست رحمت کھینچ لے تو دنیا بھی منہ پھیر لیتی ہے اور انسان ایسا لاوارث ہو جاتا ہے کہ درماندگی، ذلت اور رسوائی مقدر بن جاتی ہے اور ٹھوکریں کھا کھا کر ایسی جگہ پر گر جاتا ہے جہاں سے پھر اٹھ نہیں سکتا۔ خدا خیر کرے یہی سوچ اور غم بڑھتا جا رہا ہے۔ آخر اس کا دائمی علاج کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام دکھوں، غموں، تکالیف کا علاج اپنی کتاب میں اپنے رسولؐ اور اپنے برگزیدوں کو بتایا اور پھر اپنے امام الزمان، خاتم الاولیاء کو بھی علاج بطور حکم کے بتلا دیا اور وہ علاج کیا ہے؟

یہ علاج ہے نماز، چار حروف پر مبنی یہ لفظ نماز اور تین حروف پر مبنی لفظ ''دُعا'' یہ 7 اجزاء پر مبنی نسخہ حکیم ازلی نے روحانی وجسمانی لاحق ہونے والی امراض سے بچنے کے لئے کل مخلوق کو دے دیا۔ اس کو روزمرہ زندگی میں استعمال کرنے سے جو ابدی حیات ملتی ہے اس کا سرور اور مزہ، چاشنی اور لذت جو نصیب ہوتی ہے اس کا ذکر بھی قرآن اور کتابوں میں موجود ہے اور ہزاروں مثالیں تاریخ میں رقم ہیں۔ نماز اور دعا کی افادیت، اہمیت کو جس رنگ میں مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کے لوگوں کے لئے اپنی تحریرات میں بیان کیا ہے۔ یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام اولیاء اللہ اقطاب، ابدال اور برگزیدان خدا کا آزمودہ اور مجرب نسخہ ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام روحانی طبیب اعظم خداوند کریم کی طرف سے طبیب بن کر آئے تھے اور پیغام دے گئے۔

پیغام

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولین پرسش نماز بود

نماز اک مختصر لفظ ایک رکن اسلام، عربی میں اس کے لئے لفظ صلوٰۃ ہے۔

(یہ وہ حکم الٰہی جس میں خداند کریم کو حجت قبول نہیں) اور سبحان اللہ کوئی سختی، تر دد بھی شرط نہیں یہ اک فرض عظیم ہے جس کو سب سے زیادہ افضلیت دین اسلام میں ہے۔ بندگی، عاجزی، انکساری اور انسانیت کے نفس کی پرورش اور پاکیزگی کے لئے خداوند کریم کا عظیم الشان تحفہ جس سے ہر نفس اپنے نفس کو نور الٰہی سے روشن کر سکتا ہے وہ نماز ہے۔ مگر یہ در حقیقت کیا چیز ہے؟

نماز دراصل نام ہے دعا کا جس کو دوسرے لفظوں میں کسی بھی قُفل کو کھولنے کی کنجی بھی کہا جاتا ہے اور بارگاہ ایزدی پر دستک دینے کا طریق ہے کیونکہ یہ ایسی ہستی کی بارگاہ پر دستک دینے کی صدا ہے کہ ہستی عالم میں ماسوائے اس کے کوئی نہیں۔

نماز چونکہ بذات خود دعا ہے اور ذکر ہے الدعا مخ العبادۃ ا(ترمذی) ور دوسری جگہ ہے الصلوٰۃ عماد الدین (ترمذی) ان عربی کے الفاظ میں مخفی خزانہ ہے۔

پہلے فارسی شعر کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے۔ قیامت کے دن جب جان پگھلنے والی ہوگی، ہر شخص سے جو پہلا سوال یوم حساب کو ہوگا وہ یہ ہوگا کہ نماز پڑھی تھی؟

عربی کے الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے ''نماز دعا کا مغز ہے'' ''نماز دین کا ستون ہے''۔

یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں ترقی مدارج کے لئے نماز اور دعا میں خصوصی احتیاط دنیاوی خواہشات سے پرہیز سب سے زیادہ ضروری ہے۔ طبیب اعظم کے مطابق اپنی پنج وقت نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو''اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک نہ کرو''

حضرت صاحب فرماتے ہیں: تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ نیک عمل دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا۔ حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ جو شخص تضرع اور زاری سے اس کے حدود اور احکام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے وہ خدا کے فضل سے ضرور حصہ لے گا۔

اس لئے ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کر لیں جو زیادہ نہیں پڑھ سکتا صرف دو رکعت ہی پڑھ لیا کرے کیونکہ اس طرح سے اسے بہر حال دعا کرنے کا موقع مل جایا کرے گا۔ پچھلی رات کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں جب تک کسی شخص کے دل میں ایک خاص سوز اور درد نہ ہو وہ کب خواب راحت سے آخری حصہ رات میں پیدا ہو سکتا ہے۔ پس اس وقت کا اٹھنا ہی دل میں ایک درد پیدا کر دیتا ہے جس سے دعاؤں میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تمام بزرگان سلسلہ اور نوجوانوں اور پیارے بچو اس کو مجرب نسخہ لکھا ہے۔ اور مجرب کا معنی یہ ہیں کہ تجربہ کیا ہوا، آزمایا ہوا، استعمال کیا ہوا۔ مریض کوئی بھی ہو تکلیف میں خدا کو ہی پکارتا ہے اور جب نماز اور دعا کا نسخہ مریض استعمال کرتا ہے تو دوا اور دُعا دونوں علاج روحانی میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔

اگر مرض کا علاج دوا میں ہے تو دعاؤں میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ اور دعا تمام چیزوں سے زیادہ عظیم التاثیر ہے۔ اور قرآن کریم نے اس امر کی تصدیق یوں کر دی کہ جیسے انسان کسی طبیب کے پاس جا کر اپنی تکلیف کا اظہار کرتا ہے تو طبیب مریض کی باتوں کا جواب بھی دیتا ہے اور دوا بھی دیتا ہے۔

اسی طرح آیت: ادعونی استجب لکم ترجمہ: ''تم مجھے پکارو میں جواب دوں گا'' اور دوا کے لئے سب سے ضروری انسان کے دل میں یہی تمنا ہوتی ہے کہ تکلیف سے نجات ملے تو تکلیف سے نجات کے لئے سب سے عظیم دعا سورۃ الفاتحہ ہے جسے ام القرآن بھی کہا گیا ہے۔

تو یہ وہ خاص افضل دعا ہے امراض سے نجات کے لئے۔ نماز اور دعا کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم نہیں جیسی کہ دعا ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ موثرات اور متاثرات میں باندھ رکھا ہے۔

اس عاجزہ نے اس موضوع پر اگر قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے تو مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کا ہی کام ہے۔ نماز کو خشوع خضوع اور تضرع سے ادا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ طہارت، تقویٰ، راست گوئی، کامل یقین، کامل محبت اور کامل توجہ بھی چاہیے اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ

ہو۔ کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عنداللہ مسائل کے لئے خلاف مصلحت الٰہی ہوتی ہے۔ اس کے پورے کرنے میں خیر نہیں ہوتی۔ اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ خداوند کریم دعا قبول نہیں کرتا ایسا ہرگز نہیں ہے۔

دعا کے لئے بھی کئی شرائط ہیں جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اس وقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے اور جب تک کسی دعا میں پوری روحانیت داخل نہ ہو اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے ان میں استعداد قریبہ پیدا نہ ہو تب تک یہ توقع رکھنا کہ دعا قبول ہو گی عبث فعل ہے اور جب تک ارادہ الٰہی قبولیت دعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں اور ہمتیں پوری توجہ سے قاصر رہتی ہیں۔

دعاؤں کی تاثیر درحقیقت آفات بلاؤں اور شرور سے محفوظ کر سکتی ہے تو اس دنیا میں بھی اس کی تاثیر نظر آنی چاہیے تا کہ ہمارا یقین قبولیت دعا اور تاثیر پر کامل ہو جاوے اور پھر اسی امید سے آخرت کی نجات کے لئے زیادہ سرگرمی اور دلجوئی سے دعا کریں۔

نفس مطمئنہ کا مقام، وہ منزل ہے جو صرف تقویٰ، طہارت، کامل یقین سے خدا کے آگے جھکنے سے خداوند کریم کے آگے خشوع وخضوع اور تضرع سے حاصل ہوتا ہے۔ فنا کے مقام سے آگے نکل بارگاہ الوہیت تک پہنچنے والی روح شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ جن کے روحانی مقامات پر ہزاروں تحریرات لکھی جا سکتی ہیں۔ دعا کے متعلق اپنی کتاب ''فتوح الغیب'' میں لکھا ہے:

''اگر خدا کا قرب چاہتے ہو تو اس بات کا پہلے یقین کر لو کہ دنیا کی دوسری تمام چیزیں خوف وڈر دنیا کا مال و دولت بیوی بچے آسائشوں کو اپنا معبود نہ بنا لیکن صرف بقدر حقوق شریعت سنت صالحین کی رعائیت رکھ پس اگر تو نے ایسا کر لیا تو ''کبریت احمر'' سرخ گندھک جو نایاب ہے ہو جاوے گا۔ اور تیرا مقام اتنا بلند ہو جاوے گا کہ تو نظر نہیں آوے گا۔ اور خدا تعالیٰ تجھے اپنے نبیوں اور رسولوں کا وارث بنا دے گا یعنی ان کے علوم و معارف اور برکات جو مخفی اور ناپید ہو گئے تھے وہ از سر نو تجھ کو عطا کیے جائیں گے اور ولایت تیرے پر ختم ہو گی یعنی تیرے بعد کوئی نہ اٹھے گا جو تجھ سے بڑا ہو اور تیری دعاؤں اور تیری عقد ہمت اور تیری برکت سے لوگوں کے سخت غم دور کیے جائیں گے اور قحط زدوں کے لئے بارشیں ہوں گی ہر کام میں عوام الناس اور حتیٰ کہ بادشاہوں کی مصیبتیں دور ہوں گی اور قدرت کا ہاتھ تیرے ساتھ ہو گا اور جس طرف وہ پھرے اسی طرف تو پھرے گا اور لسان الازل تجھے اپنی طرف بلائے گی یعنی تیرا کلمہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو گا اور اس میں برکت رکھی جائے گی اور تو ان تمام راست بازوں کا قائمقام کیا جائیگا جن کو تجھ سے پہلے علم دیا گیا ہے اور تکوین (وجود) تیرے پرروکی جائے گی یعنی تیری دعا اور تیری توجہ عالم میں تصرف کرے گی۔

اور پھر تو معدوم کو موجود کرنا اور موجود کو معدوم کرنا چاہے گا یعنی ہست کو نیست اور نیست کو ہست کرنا چاہے گا تو وہی ہو جائے گا اور امور خارق عادت سے ظاہر ہوں گے اور تجھ کو اسرار ''علوم الدینہ'' ایسے علوم تجھے عطا کرے گا (جو بغیر سیکھنے اور بغیر تلاش اور کوشش کے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عطا کرے) اور معارف غریبیہ یعنی نادر اور عجیب علم عطا کرے گا جن کے لئے تو امین اور مستحق سمجھا جائے گا''۔

جماعت احمدیہ لاہور کے لئے یہ تحریر لکھی ہے کیونکہ اس تاریک، اندھے، قاتل دور میں نماز اور دعا سے ہر احمدی ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہو جائے گا۔

ہماری جماعت احمدیہ لاہور کے لئے کسی بھی ایسے مدعی کو جو دعویٰ مجددیت کرے اسے نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کاش مذکورہ تحریر ہی پڑھ لیوے کہ دوسروں کی موت اور حادثہ کے فتوے جاری کرنے والا کس طرح کا درس اور پیغام دے رہا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کو امیر جماعت حضرت عبدالکریم سعید پاشا صاحب کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا ہو گا تا کہ اس سلسلہ کو جو اندرونی، بیرونی خطرات ہماری اپنی کمزوریوں کی وجہ سے لاحق ہیں کا دفاع کیا جا سکے۔ تقویٰ ہی آخری سبق ہے جس سے کام لینا ہو گا۔

لاہور دارالسلام اور برانڈرتھ روڈ پر مسیح موعود علیہ السلام کی نشانی کو نمازوں اور دعاؤں سے ہمیشہ کے لئے آباد رکھنا ہو گا۔ جیسی بھی قربانی اس سلسلہ کے لئے دی جا سکتی ہو تیار رہیں۔ کیونکہ سلسلہ احمدیہ **''خدا کی آخری جماعت''** ہے۔ تکبر، نحوست کو کچلنا ہو گا۔ خداوند کریم کو عاجزی، مسکینی اور سادگی پسند ہے۔

نماز اور دعا کا نسخہ اور استعمال بھی بڑی جرات اور بہادری مانگتا ہے اور ویسا ہی جیسا کہ Infection کو ختم کرنے کے لئے جراثیم کش، سخت اور کڑوی

دوائیں پینا پڑتی ہیں اور بڑے انجکشن بھی استعمال کرنا پڑتے ہیں ۔ دوائی کی کڑواہٹ اور سوئی کی خلش سے معصوم کی جو چیخ و پکار نکلتی ہے مگر رفتہ رفتہ اسی ظاہری وقتی کرب سے اسے نجات مل جاتی ہے۔

یہی نسخہ روحانی مذکورہ دنیاوی نسخہ کی طرح روحانی امراض جن کا علاج بھی روحانی ہے۔وہ رات 12 بجے کے بعد استعمال کرنا پڑتا ہے۔وہ تہجد کی نماز ہے یہ دوا ضرورت سے زیادہ کڑوی ہے۔ بڑی ہی ہمت سے لینا پڑتی ہے۔

لاہور احمدی حضرات کو اپنے امراض سے بچنے کے لئے اس نسخہ کا استعمال فرض ہے گو کہ تہجد فرض تو نہیں مگر اس وقت بہت جلد تازگی صحت وتندرستی عطا کرتی ہے اور مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر اکابرین سلسلہ نے تو عمر بھر اس نسخہ کو استعمال کیا اور وہ حقیقی تندرستی خداوند کریم سے حاصل ہوئی کہ سند موجود ہے۔

پس اس وقت کا اٹھنا ہی دل میں ایک درد پیدا کر دیتا ہے جس سے دعاؤں میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور رقت قبولیت دعاؤں کا موجب ہو جاتے ہیں ۔ نماز اور دعا کا نسخہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کر کے دنیا کو ان کی تاثیر دکھلا دی۔ ہم جو نماز پڑھتے ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی نماز پڑھتے تھے اور اسی نماز سے بے شمار روحانی فائدے اور مدارج حاصل کیے تھے۔فرق صرف خلوص کا ہے اور اگر تم میں بھی وہی اخلاص صدق وفا اور اخلاص اور استقلال ہو تو اپنی نماز سے اب بھی وہ مدارج حاصل کر سکتے ہو جو تم سے پہلوؤں نے حاصل کیے تھے۔

جب تک انسان خدا کے لئے تکالیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا تب تک حضرت احدیت (اکائی) کے قریب نہیں ہوتا۔ دنیا میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف میں اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا رہے تو وہ غلام غلام نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے۔یہی خدا کا حال ہے اگر انسان اس کا دامن نہ چھوڑے اور اسی کے آستانہ پر گرا رہے اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا رہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔وفاداری کا مادہ تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے خواہ وہ بھوکا رہے، بیمار ہو جائے، کمزور ہو جائے، خواہ کچھ بھی ہو مگر اپنے گھر کے مالک کو نہیں چھوڑتا اور وہ لوگ جو ذرا سی تکلیف سے دین سے منہ پھیر لیتے ہوں ان کو کتے سے سبق سیکھنا چاہیے۔

یاد رکھو جو شخص خدا کی راہ میں دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کو تیار نہیں وہ کاٹا جاوے گا اور ایمانی حالت کا پتہ اسی وقت لگتا ہے جب تکالیف اور مصائب آویں روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو دکھ اور تکالیف اٹھانے کے لئے تیار کر لینا چاہیے۔

میں اپنے تمام بہن بھائیوں اور بزرگوں سے دلی التجا کرتی ہوں کہ کشتی نوح میں بیٹھنے کے لئے روحانی طاقت وقویٰ کو چاہیے اور اس طاقت کے لئے نسخہ کا صحیح اور مستقل استعمال صرف دعا اور نماز ہے۔

انسان کی ضرورتوں اور خواہشوں کی تو کوئی حد نہیں جس وجہ سے امراض بہت پھیل چکا ہے۔لہذا دعا و نماز کا نسخہ مکمل صحت ہے۔

اور نسخہ کا استعمال اگر صحیح طریقہ سے کیا گیا تو شفاء ضرور ملے گی کیونکہ روحانی طبیب اعظم حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''دنیا کے لئے جو دعا کی جاتی ہے وہ جہنم ہے۔دعا صرف گناہ سے بچنے اور خدا کو راضی کرنے کے لئے ہونی چاہیے باقی جتنی دعائیں ہیں وہ خود اس کے اندر آجاتی ہیں''۔''دعا صرف خدا کو راضی کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے ہونی چاہیے باقی سب دعائیں اسی کے اندر آجاتی ہیں۔اھدنا الصراط المستقیم بڑی دعا ہے۔صراط مستقیم گویا خدا کو شناخت کرنا ہے اور انعمت علیھم کل گناہوں سے بچنا ہے۔اور صالحین میں داخل ہونا ہے۔

دعا ایسی کرنی چاہیے کہ نفس امارہ گداز ہو کر نفس مطمئنہ کی طرف آجاوے۔ اگر وہ اھدنا الصراط المستقیم جیسے کہ او پر معنی مذکور ہیں طلب کرتا رہے گا تو دوسری ضرورتیں جن کے لئے وہ دعا چاہتا ہے وہ خدا پوری کر دے گا۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:''دعا اور شفاعت حقیقت میں تو ایک ہی ہے لیکن فرق صرف اس قدر رہے۔دعا تو ہر ایک شخص خواہ مسلم ہو، خواہ مومن ہو، خواہ کافر ومشرک ہو، خواہ فاسق فاجر ہو کر سکتا ہے اور یوں ہر ایک کی دعا قبول بھی ہو جاتی ہے ۔مگر شفاعت ہر ایک شخص نہیں کر سکتا کیونکہ دعا میں ایک عاجزی و انکساری ہوتی ہے اور شفاعت میں اپنی وجاہت اور قبولیت اور اپنا خاص تعلق جو اللہ تعالیٰ سے اس کو ہے یا اس سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ہے۔(سلسلہ جاری ہے)

پیش لفظ برائے ہندی ترجمۃ القرآن

از: حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کو اللہ تعالیٰ نے اسلامیات پر لکھنے اور ترجمہ کرنے کا خاصا ملکہ عنایت کر رکھا تھا۔ ان کی یہ خصوصیت اصل میں اُن کے مُرشدِ کامل حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمتہ (مجددعصر حاضر) کی روحانی ترغیبات اور دعاؤں کا ثمر شیریں تھی۔ حضرت مرزا صاحب مرحوم نے ہی اپنے مُریدِ خاص یعنی حضرت مولانا محمد علیؒ کو قرآن پاک کے انگریزی ترجمہ کا کام سونپا تھا۔ جس کو مولانا موصوف نے ایک دینی فریضہ کی طرح بخیر و خوبی انجام دیا۔ مولانا محمد علیؒ کی شب و روز کی محنت رنگ لائی کیونکہ بہت جلد اس کو مسلمانوں کی جانب سے شائع ہونے والا غیر ملکی زبان میں صحیح ترین ترجمہ تسلیم کر لیا گیا۔

یہ ترجمہ (بمعہ تفسیری نوٹ) سن 1917ء میں شائع ہوا۔ تب سے یہ حق کے متلاشیوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا چلا آ رہا ہے۔ بے شمار لوگ صرف اسی ایک ترجمہ کو پڑھ کر اسلام کے دائرہ میں شامل ہوئے۔ اس ترجمہ کو اب تک متعدد یورپین اور ایشیائی زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے۔ اس ترجمہ نے جہاں غیر مسلموں کو اسلام کا راستہ دکھایا وہیں اُن ساری غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کو بھی دُور کر دیا جو ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے ماتحت اسلام کے خلاف پھیلائی جاتی ہیں۔ اس ترجمہ کو پڑھ کر قاری خود بخود جان جاتا ہے کہ اسلام کا مبارک پیغام ہی عالمی امن اور سلامتی کا سب سے بڑا ضامن ہے۔

مولانا محمد علیؒ کے ترجمے کی سب سے بڑی خوبی اس کی شُستہ اور آسان زبان ہے۔ اس کے باوجود کسی بھی مقام پر مولانا موصوف نے ترجمہ کو عربی متن کے الفاظ کی حدود سے باہر نکلنے نہیں دیا ہے۔ غیر ملکی محاورے کے لئے عربی زبان کے معنی اور مفہوم کو قربان نہیں کیا ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جس کا دھیان باقی مترجموں نے بہت ہی کم رکھا ہے۔

یوں تو مولانا محمد علی صاحبؒ کے اس شاہکار کے کئی تراجم منظر عام پر آ چکے ہیں لیکن ہندی زبان میں اس کی منتقلی کا کافی عرصہ سے انتظار ہو رہا تھا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کا جنم قادیان (پنجاب) میں ہوا تھا۔ اس طرح احمدیت کی جڑیں موجودہ بھارت میں ہی ہیں۔ کافی عرصہ سے جماعت کی یہی تمنا تھی کہ وہ اپنے مقدس امام کے تئیں اپنی عقیدت کا اظہار قرآن پاک کے ہندی ترجمہ کی اشاعت کی شکل میں کرے۔ کیونکہ ہندی آزاد بھارت کی قومی زبان ہے۔ لگتا ہے کہ اس عظیم کام کے لئے محترم ڈاکٹر خورشید عالم ترین جیسی شخصیت کا انتظار تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف میں علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ دینی شغف اور لگن بھی موجود ہے۔

ویسے تو 400 ملین بھارتی ہندی بولتے ہیں۔ خاص کر جنوبی ہند اور مدھیہ پردیش والے حصوں میں لیکن دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں ہندی تیسرے نمبر پر ہے۔ پوری دنیا میں اس کو لکھنے اور پڑھنے والوں کی تعداد لگ بھگ 800 ملین ہے۔ اس طرح ہمارا یہ ہندی ترجمہ بھارت کے ہندی بولنے والے حضرات کے علاوہ ان لوگوں کے لئے بھی فائدہ مند ثابت ہوگا (انشاء اللہ) جو بھارت سے باہر بس چکے ہیں یا پھر روزی روٹی یا حصولِ علم کی خاطر غیر ملکی علاقوں میں رہ رہے ہیں۔ مجھے بھی لگ بھگ دنیا کے سبھی ممالک میں جانے کا موقع ملا ہے۔ میں نے ہر جگہ ہندی بولنے والوں کو پایا ہے۔

میں ان سب لوگوں کو مبارک باد دینا چاہوں گا جو ہندی جانتے ہیں کیونکہ اب وہ قرآن پاک کی مقدس آیات (کا ترجمہ بمع تفسیر) اپنی مادری زبان میں ہی پڑھ سکیں گے۔ یہ ان کے لئے ایک نادر موقع ہوگا کہ وہ اس طرح اپنے قلوب و اذہان کو قرآن پاک کی غیر معمولی اور انقلاب آفرین روشنی سے منور کریں۔ ہندو

قاری کو یہ جاننے میں زیادہ دیر نہ لگے گی کہ ڈاکٹر ترین صاحب نے ترجمہ کرتے وقت بھارتی کلچر اور جدید ہندی کو ہمیشہ مدنظر رکھا ہے۔حضرت مولانا محمد علیؒ کے بعد زمانہ نے سائنس کے میدان میں بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ڈاکٹر ترین صاحب نے فٹ نوٹوں میں ان پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس معاملے میں اللہ کے فضل سے غیر معمولی کامیابی حاصل کرلی ہے۔

اخیر پر میں ڈاکٹر ترین صاحب کو خصوصی مبارکباد دینا چاہوں گا کہ اللہ نے انہی کو اس نیک کام کے لئے چنا اور پھر انہی کے ہاتھوں اس عظیم الشان کام کو تکمیل تک پہنچایا۔الحمد اللہ رب العالمین! میں اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر ترین کو اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا کرے اور انہیں لمبی عمر دے۔

میں ڈاکٹر موصوف کے گھر والوں کے لئے بھی دست بدعا ہوں کیونکہ ان کی مدد اور تعاون کے بنا اتنا بڑا کام انجام نہ پاسکتا۔میں اُن سب کے لئے بھی دعا کرتا ہوں جو کسی بھی رنگ میں اس نیک کام میں ڈاکٹر ترین صاحب کے مؤید و ممد بنے۔

میں کمال تواضع اور انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسے مقام پر کھڑا کیا جس کے باعث میں اس عظیم الشان کارنامے کے ساتھ جڑ پایا ہوں۔میں آنے والے سالوں کے سبھی قاریوں سے یہی گذارش کروں گا کہ وہ میرے لئے اور اس مقدس مشن کی کامیابی کے لئے ضرور دعا کریں جس کی ذمہ داری مجھ ناچیز کے کمزور کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے صبر، استقلال اور ہمت عطا کرے تا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوسکوں۔آمین

☆☆☆☆

دو(۲)لفظ۔ہمارے ہندی ترجمہ کے بارے میں

از:خورشید عالم ترین صاحب (لدھیانہ، ہندوستان)

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی انگریزی تفسیر بنیادی طور پر انگریزی زبان والے قاریوں کے لئے لکھی گئی ہے۔اسی لئے اس کے پس منظر میں آپ کو بائبل کے حوالہ جات نظر آئیں گے۔تین جلدوں والی اردو تفسیر (بیان القرآن) مسلمانوں کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر تالیف ہوئی ہے۔پر ہندی چونکہ بنیادی طور پر ہندو بھائیوں کی زبان ہے اس لئے قرآن شریف کی ہندی تفسیر کے لئے ہندو دھرم کو پس منظر میں رکھنا ضروری تھا۔لیکن بدقسمتی سے ایسی کوئی تفسیر موجود نہیں۔اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ہندو دھرم کا خاصا مطالعہ کرنا پڑا۔

حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی انگریزی اور اردو تفسیر میں فرق صرف مذکورہ بالا پس منظر کا ہی نہیں۔انگریز لوگ ہر بات میں اختصار چاہتے ہیں جبکہ ہمارے ہندوستانی بھائی بات کو تفصیل سے پڑھنے اور سننے کے عادی ہیں۔نتیجۃً انگریزی تفسیر اردو تفسیر کے مقابل کافی مختصر ہے۔وفات سے قبل حضرت مولانا محمد علی مرحوم نے اپنی انگریزی تفسیر پر نظر ثانی بھی کی تھی۔لیکن اردو تفسیر میں ایسا نہ ہو پایا۔مولانا موصوف نے لگ بھگ 36 سال (یعنی سن 1914ء تا 1951ء) جمعہ کے خطبے دیئے جو اخبار پیغام صلح، لاہور میں چھپتے رہے۔ہر جمعہ مولانا نے قرآن شریف کی کسی آیت یا حصہ کو موضوع بنایا اور تشریح کی، ہر بار کوئی نہ کوئی نیا نکتہ، نئی بات اُجاگر کی۔اللہ نے چاہا تو ان تفسیری نکات کو کبھی الگ سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا جائے گا۔یہ بھی قرآنی علوم کا ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔اب ہم پھر اصل مدعا کی طرف آتے ہیں یعنی اصل مسئلہ اکیلے پس منظر کا نہ تھا۔

بہت غور و غوض کے بعد یہی فیصلہ کیا گیا کہ آیاتِ قرآنی کا ہندی ترجمہ کرتے وقت مولانا کے اُردو ترجمہ کو فوقیت دی جائے۔اگر انگریزی ترجمہ میں کوئی بات اچھی یا ہٹ کر نظر آئے تو اسے لے لیا جائے اور جہاں تک فٹ نوٹوں کا سوال ہے تو اس کے لئے دونوں تفسیروں کو سامنے رکھا جائے۔جو بات انگریزی فٹ نوٹوں میں نہ ہو اُسے

اُردو تفسیر سے لے لیا جائے۔انگریزی نوٹوں مین لغوی بحث کم ہے۔جبکہ اُردو تفسیر میں قرآن پاک کی پوری لغت موجود ہے۔ہم نے اپنا راستہ دونوں کے بیچ بیچ رکھا۔یعنی انگریزی نوٹوں میں بیان کردہ لغت کے علاوہ جتنے بھی عربی الفاظ کی لغوی بحث ضروری معلوم پڑی ان سب کو لے لیا گیا۔

پہلے خیال یہی تھا کہ ایک الگ سے Idependent تفسیر لکھی جائے جس کے پس منظر میں ہندو دھرم ہو۔کام شروع بھی کر دیا لیکن آگے چل کر محسوس ہوا کہ بنیادی باتیں تو وہی رہتی ہیں۔بس کچھ گنے چنے مقامات پر تبدیلی یا اضافہ کرنا ہوتا ہے۔غرض حضرت مولانا محمد علی صاحب کے نوٹوں کو جوں کا توں لے لیا گیا۔البتہ جہاں کسی اضافی جملے یا پیرا گراف کو ایزاد کرنے کی ضرورت پڑی تو اس کو بڑے بریکٹ ( ) کے بیچ رکھ دیا گیا۔تا کہ ایزاد کردہ عبارت مولانا موصوف کی عبارت سے الگ اور نمایاں ہو جائے۔مولانا موصوف کے نوٹوں کے ہندی ترجمہ میں ہر ممکن احتیاط برتی گئی ہے۔اگر پھر کہیں کوئی کمی یا چوک نظر آئے تو اصل نوٹوں کو دیکھ لیا جائے۔

بریکٹوں میں شامل کئے گئے مواد کی ساری ذمہ داری مترجم پر ہے۔یہ اپنی طرز کی پہلی کوشش ہے۔ہر بات نیک نیتی سے ہی کی گئی ہے۔پھر بھی اگر کہیں کوئی غلطی یا چوک نظر آئے تو براہ کرم ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کا تدارک کیا جاسکے۔

سائنس میرا پسندیدہ اور خصوصی موضوع رہا ہے۔میں نے سالوں سال قرآن کریم کو اس روشنی میں پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔اور علماء نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے،میں نے اس تفسیر میں اس کو سمیٹنے کی بھی کوشش کی ہے تا کہ زیر نظر تفسیر ہر اعتبار سے مکمل نظر آئے۔

ہندو دھرم کے سلسلہ میں اصل گرنتھوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ Comparative Religions کے مشہور و معروف عالم دین حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھی مرحوم کی شاہکار تالیف ''محمد اِن ورلڈ سکرپچرز'' سے بھی کافی مدد ملی ہے۔

جن عربی الفاظ اور محاوروں کی تشریح و بحث فٹ نوٹوں میں کی گئی ہے ان کو ہندی رسم الخط کے علاوہ عربی رسم الخط میں بمع اعراب دے دیا گیا ہے۔ہندی رسم الخط (Hindi Transliteration) میں منتقل کرتے وقت کسی خاص اصول یا قانون کو سامنے نہیں رکھا گیا ہے۔آواز کو ہی اہمیت دی ہے۔جیر چونکہ ہندوستان میں ''ض''(داد) کو ''زاد'' بولتے ہیں یعنی رمضان کو رمدان نہیں بلکہ رمزان بولتے ہیں۔اس لئے ہم نے بھی ض،(داد) کو ''زاد'' ہی لکھا ہے۔ث،س اور ص میں بھی کوئی فرق نہیں کیا گیا۔یہی بات ح اور ہ،یات اور ط کے معاملے میں ہے۔تجوید یعنی عربی کے حروف کے صحیح تلفظ پر متعدد سی ڈی (CDs) اور نیٹ کے پروگرام آسانی سے دستیاب ہیں۔قاری اُن سے از خود فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد علی کی تفسیر کے بعد جتنی بھی قابل ذکر تفاسیر اُردو اور انگریزی میں شائع ہوئیں۔اگر ان میں بھی کوئی اچھی بات یا نیا نکتہ نظر آیا تو اُسے بھی لے لیا گیا۔قرآن پاک کے ہندی تراجم میں مولانا فاروق خان صاحب کا ترجمہ زیادہ صحیح اور حضرت مولانا محمد علی کے ترجمہ کے انتہائی قریب نظر آیا۔پہلے ایڈیشن میں خان صاحب موصوف نے صاف صاف حضرت مولانا محمد علی مرحوم کے تئیں شکر گذاری کا اظہار بھی کیا تھا۔لیکن مابعد کے ایڈیشنوں سے یہ جملہ حذف کر دیا گیا۔

اختتام سے پہلے میں اپنی پیاری اہلیہ محترمہ شبنم ترین کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔پروف ریڈنگ کے دشوار کام میں اس نے کافی سے زیادہ ہاتھ بٹایا۔سب سے بڑھ کر یہ کہ ملی ٹینسی کی مشکل ترین اور کرب ناک گھڑیوں میں جس دلیری سے میرا ساتھ دیا اور جس بے مثال طریقے سے میری ہمت بڑھائی اس کا شکریہ ادا کرنا میرے بس میں نہیں۔اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اس کا بہترین اجر دے۔آمین۔ثم آمین

اخیر پر اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول کرے تا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے بیچ کی دُوریاں مٹ کر دوستی اور محبت میں بدل جائیں اور دونوں گروہ یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام سے مستفید ہوں۔آمین۔ثم آمین۔

☆☆☆☆

ایک عظیم مقرب الٰہی ہستی ملک سعید احمد مرحوم و مغفور

از: قریبی عزیز

آپ کا خاندان لدھیانہ میں متمکن تھا۔ آپ کے دادا محمد حسن مشہور و معروف طبیب تھے۔ آپ کے دادا محمد حسین بٹالوی کے قریبی دوست تھے۔ وہ جب لدھیانہ آتے تو محمد حسن صاحب کے گھر ہی قیام کرتے۔ محمد حسین بٹالوی اہل حدیث کی تنظیم کے سربراہ بھی تھے۔ احباب یہ جانتے ہوں گے کہ یہی محمد حسین بٹالوی حضرت اقدسؑ کے بٹالہ کے تعلیمی دور میں ہم جماعت بھی رہے تھے۔ اور آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات حضرت صاحب کی جوتی بھی سیدھی کر دیتے۔ محمد حسن صاحب سے محمد حسین بٹالوی حضرت صاحب کے تقویٰ و طہارت کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اہل حدیث ہونے کے ناطے نئے مجدد کے انتظار کرنے والوں میں یہ بھی تھے۔ انہوں نے ہی محمد حسن صاحب سے کہا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اگر غلام احمد مجدد ہونے کا دعویٰ کریں تو آپ نے بیعت کرنی ہے۔ چنانچہ دعویٰ کے بعد وفورِ شوق سے آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا اس پر انہوں نے وعدہ لیا کہ جب حکم ہو تو انہیں (حسن صاحب) ضرور مطلع کیا جائے۔ خدائی حکم سے بیعت کا آغاز ہی لدھیانہ سے ہوا۔ حضرت صاحب نے آپ کو اطلاع بھجوائی مگر آپ اپنی زمینوں پر گاؤں جسیاں گئے ہوئے تھے۔ حکم ہوا کہ وہاں اطلاع پہنچائی جائے۔ ادھر حسن صاحب جسیاں گاؤں میں اتنے بیمار تھے کہ سفر نہ کر سکتے تھے۔ لیکن مضبوطی ایمان نے اس منزل کو آسان کیا۔ اور وہ بیل گاڑی میں بستر لگوا کر لدھیانہ پہنچے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور یوں پہلی بیعت کے 313 احباب ایمان کی فہرست میں آپ کا نام بھی شامل ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ برف کی سلوں اور پتھروں کی ناہمواریوں سے گذر کر آقا کا سلام پہنچانا یقیناً ایمان و ہمت کی یکجا جدوجہد کا نام ہے۔ مگر سلام پہنچا کر استقامت کے ساتھ حق پر قائم رہنا اس سے بڑا درجہ رکھتا ہے۔ مختلف قسم کی ترغیبات اور مشکلات یہ درجہ چھین لینا چاہتی ہیں۔ 1891ء میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اطلاع دی کہ مسیح ناصری فوت ہو گیا اور تم کو ہم نے مسیح موعود، مسیح محمدی متعین کیا ہے۔ محمد حسین بٹالوی اس بنا پر ناراض ہوئے کہ ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیوں نہیں کیا گیا۔ حضرت صاحبؑ نے جواب دیا کہ خدائی حکم کے لئے کسی مشورہ کی ضرورت ہرگز نہ ہے۔ بٹالوی صاحب نے ببانگ ذیل نعرہ بلند کیا کہ ہم نے ہی اسے (غلام احمدؑ) چڑھایا ہے اور ہم ہی اسے گرا دیں گے۔ اور یوں تکفیر کے فتویٰ کے لئے ہندوستان و عرب سے فتاویٰ حاصل کئے گئے۔ محمد حسن صاحب سے بٹالوی صاحب کی قربت دوستی سے بڑھ کر تھی۔ بٹالوی صاحب نے محمد حسن صاحب سے رابطہ کیا کہ اب مرزا غلام احمد کا انکار کر دو کیونکہ وہ مسیح موعود کے اعلان کے بعد کافر ہو چکا ہے۔ یھدی من یشاء کا خدائی دعویٰ حرکت میں آیا اور محمد حسن صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حق پر قائم رہنے کی توفیق دے دی اور انہوں نے حضرتؑ کے انکار کرنے سے انکار کر دیا۔ الحمدللّٰہ علیٰ ذالك۔

کتاب یادرفتگان میں محمد حسن صاحب کے چند حالات ہیں۔ یہاں کچھ اور شامل کئے ہیں اُمید ہے احباب روحانی لطف اٹھائیں گے۔ یہ واقعات کسی تحریر میں دیکھے نہیں گئے۔ منشی اروڑا مخلص مریدوں میں سے تھے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور رو پڑے۔ وجہ پوچھنے پر عرض کی کہ کپورتھلہ میں احمدیوں کی مسجد تھی اور وھاں دیگر مسلمان بھی نماز پڑھتے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے دیگر مسلمانوں نے مسجد پر قبضہ کر لیا اور احمدیوں کو نماز پڑھنے سے روک دیا۔ مقدمہ عدالت میں پہنچ گیا اور ہندو آریہ سیشن جج احمدیوں کے خلاف بغض رکھتا تھا۔ حضرت صاحب سے دعا کی درخواست کی گئی کہ مقدمہ آخری مراحل میں ہے۔ اور

حق میں فیصلہ کی امید نہیں تو آپ نے اطلاع دی کہ اللہ کے حکم سے احمدی مقدمہ جیت جائیں گے۔ منشی اروڑا صاحب اور محمد حسن صاحب آپ کے حکم پر وہاں سے سیدھے عدالت میں پہنچے جہاں مقدمہ کی تاریخ تھی۔ جب ان دو احباب نے احاطہ عدالت میں موجود باقی جماعت کو حضرت صاحب کی پیشگوئی سنائی تو انہوں نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس پر سیشن جج نے اپنے ریڈر کو وجہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ احمدیوں کے مرشد نے پیش گوئی کی ہے کہ فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہوگا۔ اس نے کہا میں تو اُن کے خلاف فیصلہ کر چکا ہوں۔ اور دو دن بعد اگلی پیشی پر سنا دوں گا۔

دو دن بعد اگلی پیشی والے دن وہ جج عدالت جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا اس کا ریڈر بھی اس کی مسابقت (معیت) کے لئے وہاں پہنچ چکا تھا بس جوتے پہننے باقی تھے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ جوتے پہنتے ہی وہ چیخ مار کر گر گیا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا اور اس نے آ کر بتایا کہ یہ سورگ باش (فوت) ہو چکا ہے۔ نئے آنے والا جج بھی ہندو تھا لیکن اس نے مقدمہ کا از سر نو مطالعہ کیا اور مسجد کا فیصلہ احمدیوں کے حق میں کر دیا۔ الحمدعلیٰ ذالک۔ یوں خدا کی بات پوری ہوئی۔

ایک وقت میں احمدیوں کی مخالفت عروج پر پہنچ گئی۔ لدھیانہ میں محمد حسن صاحب کے مطب کے باہر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔ اور مولوی حضرات نے ہمہ وقتی پہرہ بٹھا دیا تا کہ کوئی مریض علاج کے لئے ان کے مطب نہ جا سکے۔ یہ معاملہ طول پکڑتا گیا۔ یہاں تک محمد حسن صاحب مالی تنگی کا شکار ہو گئے۔ ایسے حالات میں وہ روزانہ ایک پوسٹ کارڈ حضرت اقدسؑ کو ارسال کرتے حالات و واقعات کے ساتھ دعا کی بھی درخواست کرتے۔ حضرت صاحب بھی تسلی کا جواب دیتے۔ پھر ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے لکھا کہ لدھیانہ میں ایک لاعلاج بیماری پھیلے گی اور اتنے مریض تیرے پاس آئیں گے اور اللہ کی شفا سے تو کامیاب ہوگا۔ اس سے تیرے ہاں خوشحالی آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پر اسرار بیماری نے لدھیانہ کا رخ کیا۔ انہی دنوں میں ایک مشہور ہندو کی بیوی بیمار ہوگئی۔ انگریزی ڈاکٹری سے افاقہ نہ ہوا۔ اس نے پھر محمد حسن صاحب کے مطب سے رابطہ کیا۔ مسلمان مولوی حضرات کی رکاوٹوں کے ہندو تو پابند نہ تھے۔ چنانچہ اس ہندو خاتون کا علاج ہوا اور وہ اللہ کی شفا سے صحت یاب ہوگئی۔ اس سے ہندوؤں میں محمد حسن صاحب کے علاج کی مشہوری ہوگئی۔ انہوں نے کثیر تعداد میں بیماری کے علاج کے لئے آنا شروع کر دیا۔ جبکہ مسلمان مریض مولویوں کے فتویٰ کی وجہ سے محروم تھے۔ اور اس بیماری کی وجہ سے وفاتیں بھی ہوئیں۔ پھر مسلمانوں نے ان رکاوٹوں کو زبردستی ہٹا دیا۔ اور وہ بھی علاج کروانے لگے۔ محمد حسن صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا اور وہ بہت خوشحال ہو گئے الحمدللہ علیٰ ذالک۔

ملک سعید احمد صاحب 28 جولائی 1906ء کو لدھیانہ میں مرزا خدا بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ ایک شنید کے مطابق آپ کا نام حضرت امام وقتؑ نے تجویز فرمایا تھا۔ واللہ اعلم۔ آپ کے دادا حاجی محمد حسن اولین بیعت کنندگان میں شامل تھے۔ ابھی آپ چند ماہ کے تھے کہ محمد حسن صاحب اپنی بہو صاحبہ اور نومولود سعید احمد کو لے کر حضرت اقدسؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ حضورؑ معمول میں اپنے مریدوں اور ان کے اہل خانہ سے بہت شفقت و پیار سے ملتے تھے۔ حضرت صاحب نے فرط محبت سے معصوم سعید احمد کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ تو اس بچہ نے آپ کے ہاتھ کا انگوٹھا پکڑ کر چوسنا شروع کر دیا۔ غالباً یہ وہ نازک لمحہ تھا کہ جس کے لئے علامہ اقبال نے کہا ہے:

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ کے والد محکمہ انہار میں نوکری کرتے تھے۔ ان کی تبدیلی مختلف ہیڈ ورکس پر ہوتی رہتی۔ جہاں پر محکمہ کی رہائشی کالونی میں اہل خانہ کے ساتھ رہائش پذیر ہوتے۔ ابھی آپ بچپن کے سہانے دور سے لطف اندوز ہو نہ پائے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ مرزا خدا بخش صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ نونہال سعید احمد کی زندگی تلخ ہوگئی۔ آپ کی سوتیلی والدہ روایتی سوتیلا پن رکھتی تھیں۔ اور والد انگریز سرکار کی نوکری میں از حد مصروف۔ بچپن زندگی کا حسین ترین دور آپ سے چھن گیا۔ ایسے مواقع آتے رہے کہ کبھی جوتی کے بغیر گذارہ کیا۔ اور کبھی پھٹے کپڑوں کے سوراخ چھپا کر۔ یوں بھی ہوا کہ علاقہ کی مسجد کے کسی دل والے نمازی نے عید پر کپڑے بنوا دیئے۔ سوتیلے بہن بھائی بھی دنیا میں آ گئے۔ اب اللہ تعالیٰ کی بے نیاز ذات کی حکمت نے ایک اور رخ بدلا جب کہ آپ

لڑکپن سے نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ آپ کی سوتیلی والدہ بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ کچھ عرصہ بعد نئی سوتیلی والدہ اس آنگن میں وارد ہوئیں جہاں چند بے ماں کے بچے موجود تھے۔ ان خاتون کے ساتھ انکی والدہ بھی ساتھ آئی تھیں۔ ان کے سوتیلے پن کا درجہ کافی بلند تھا۔ اسے مزید طاقت سوتیلی نانی دیتی تھیں۔ آپ تو برداشت کے عادی ہونے کے علاوہ نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ لیکن آپ کی دوسری والدہ مرحومہ کے بچے بہت بلبلائے۔ آپ اور آپ کے سوتیلے بھائی عزیز نے اس کسمپرسی کی حالت میں قادیان حضرت اقدسؑ کی قبر پر کھڑے ہوکر اپنی تکلیف کی دعا کی۔ ہم قبر پرست تو نہیں لیکن شاید قبولیت کا لمحہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ نئی سوتیلی والدہ بیمار ہوگئیں۔ مقامی علاج معالجہ سے فائدہ نہ ہوا تو آپ کو آپ کے والد نے جماعت کے ڈاکٹرز (سید محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب) کے پاس بمع بیمار والدہ تشخیص اور علاج کے لئے بھیجا۔ لیکن یہاں بھی ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ ایسے لگتا تھا کہ شاید وہ بددعا جو مظلوموں کی آہ سے بلند ہوتی تھی کارگر ثابت ہوئی اور آپ کی سوتیلی والدہ جانبر نہ ہوسکیں۔ اللھم انی اعوذبك من دعوة المظلوم

راقم الحروف کی یاداشت میں اس کے بعد بھی آپ کی ایک آدھ اور سوتیلی والدہ بھی آپ کے والد کی زندگی میں آئیں شاید کوئی اور مضمون نگار اپنے مضمون میں اس بات کا احاطہ کردے۔ واللہ اعلم۔

اس سارے عرصہ میں آپ نے میٹرک پاس کرلیا۔ اللہ کا فضل شامل حال رہا اور گورنمنٹ کے سکولوں میں سے آپ کو ایسا سکول ملا۔ جہاں ہندو میاں بیوی چھٹیوں میں اور امتحانوں کے دنوں شام میں بھی بغیر معاوضہ کے محنت کرواتے تھے۔ واللہ الغنی۔

ایک موقعہ پر جب کہ آپ نوجوان تھے۔ آپ کی سوتیلی والدہ کے رشتہ دار گھر میں آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی نے حضرت اقدسؑ کی شان میں گستاخی کردی۔ آپ نے خوب جوش سے ان صاحب کی خبر لی۔ جب آپ کے والد گھر آئے تو انہیں شکایت کی گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ انہوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اپنے جوان بیٹے کو پیٹنا تب چھوڑا جب تھک گئے۔

ان دگرگوں حالات میں آپ کے دادا آپ کا خیال رکھتے اور خاطر داری کرتے۔ انہوں نے لدھیانہ میں ایک ہوٹل پر آپ کا دو وقت کا کھانا 5 روپے ماہوار پر لگوادیا۔ آپ اپنے علاقہ میں نیک شہرت رکھتے تھے۔ آپ کردار کے پختہ تھے۔ خوبصورت تھے جوان تھے۔ خوش گفتار تھے۔ اس کے علاوہ ہمہ وقت ہر ایک خدمت کے لئے تیار۔ میٹرک کے بعد کئی سال آپ فارغ رہے نوکری کوئی نہ ملی تھی۔ دادا کے مطب میں البتہ ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اس طرح آپ کو یونانی طب کی خاطر خواہ شدبد تھی۔ آپ کی دادی کی والدہ نے ماشاءاللہ 114 سال عمر پائی۔ آپ ان کی خدمت کرتے اور وہ ادھیڑ عمر کے باوجود اپنے گاؤں جو کہ وہاں سے کئی کلومیٹر دور تھا۔ جانا پسند کرتی تھیں۔ ملک صاحب انہوں لے کر جاتے۔ اکثر دفعہ پیدل ہی جانا ہوتا ظاہر ہے وہ خراماں خراماں اور وقفہ وقفہ سے چلتی تھیں۔ مگر آپ نہایت صبر سے ان کیساتھ سفر کرتے۔ میلوں کا سفر آپ پیدل طے کر لیتے۔ کبھی 20 میل جانے کے اور بیس میل آنے کے یعنی 40 میل کا سفر کرتے۔ بتاتے تھے کہ کرایہ کے پیسے نہ ہوتے تھے۔ ایک آنے کے کالے چنے خرید لیتے اور ایک ایک دانہ کرکے کھاتے جاتے۔

جب آپ کے دادا بیمار ہوئے تو آپ خوب جی بھر کر ان کی خدمت کی۔ جب وہ فوت ہوئے تو لدھیانہ کے مین بازار، جو کہ چوڑا بازار کہلاتا تھا میں موجود سارے دوکانداروں نے دکانیں بند کردیں۔ اس وقت آپ کے پاس پیسے ہی نہیں تھے۔ آپ نے ایک ہندو سے ادھار لے کر اپنے دادا کے کفن دفن کا بندوبست کیا۔ عام لوگ آپ کو محمد حسن صاحب کا بیٹا ہی سمجھتے تھے۔

آپ نے دلی میں ایک عرصہ قیام کیا۔ دلی میں مولانا محمد علیؒ کی ہدایت پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخ قائم کی گئی تھی۔ جس کے مہتمم عمرالدین شملوی تھے۔ جو بہت اچھے مبلغ تھے۔ ان کی مہمان نوازی بھی بہت پایہ کی تھی۔ وہاں مہمان خانہ میں موجود مہمانوں کو اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھلاتے۔ یہ احمدیہ مرکز شاہی قلعہ کے قریب تھا۔ ملک سعید احمد صاحب بھی احمدیہ مرکز میں قیام پذیر تھے۔ اور عمرالدین شملوی صاحب کا تبلیغ و اشاعت سمیت مختلف کاموں میں ہاتھ بٹاتے۔

آپ نے محکمہ پولیس میں ملازمت اختیار کی۔ ملازمت کے وقت آپ کی عمر کافی ہو چکی تھی۔ دوران ملازمت آپ نے خفیہ پولیس کی تربیت بھی حاصل کی۔ اور اس حیثیت سے بڑی اہم شخصیات کے ساتھ فرائض انجام دیئے۔ پھر بعد میں پولیس کے اکاؤنٹس (Accounts) کے شعبہ میں فرائض انجام دیتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران حکومت برطانیہ کے حکم کے تحت محکمہ پولیس کی کثیر تعداد کو انڈین آرمی میں ضم کر دیا گیا۔ اس سلسلہ ملک سعید احمد صاحب کو برما فرنٹ پر بھیج دیا گیا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ پھر سے پولیس کے شعبہ اکاؤنٹس میں تعینات کر دیئے گئے۔ اور محکمہ پولیس سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ کے افسران ہمیشہ آپ کی فرض شناسی کے معترف رہے۔

آپ کی شادی لدھیانہ کے قریب ہی کسی گاؤں کے زمیندار کی بیٹی ہاجرہ بی بی سے ہوئی۔ احمدی گھرانہ تھا۔ آپ کے دادا نے رشتہ مانگا تو باوجود دنیاوی کشش نہ ہونے کے، آپ کے سسرال نے یہ کہہ کر حامی بھر لی کہ محمد حسن صاحب حضرت اقدسؑ کے مصاحب میں سے تھے۔ حالانہ ہاجرہ بی بی کم عمر تھیں۔ چونکہ آپ کی والدہ بچپن میں فوت ہو گئیں تھیں۔ اور والد ملازمت اور گھریلو جھمیلوں میں منہمک تھے۔ اس کے علاوہ ان کا آپ کی طرف التفات بھی نہ تھا۔ اس لئے آپ کی شادی کافی دیر سے ہوئی۔ ہاجرہ خاتون باوجود نوخیز ہونے کے ایک اچھی شریک حیات ثابت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹے اور ایک بیٹی عنایت کی۔ انتہائی قلیل تنخواہ میں انہوں نے نہایت قناعت اور شکر گذاری سے گذارہ کیا۔ محاورہ دال روٹی چل رہی ہے۔ تبدیل ہو کر چٹنی لسی سے گذارہ کیا۔ نوجوانی کی امنگوں کے وقت رنگ برنگے آنچلوں کی بجائے پولیس کی وردی کی قمیض پہن کر بھی وقت گذارا۔ کیوں کہ اکاؤنٹس کے شعبہ میں ہونے کی وجہ سے ملک صاحب کو وردی پہننے سے استثناء حاصل تھا۔

آپ نے 4 بیٹوں اور ایک بیٹی کی نہایت محنت سے پرورش کی۔ پڑھایا، شادی بیاہ کرایا۔ جب آپ عمر رسیدہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی بے نیاز ذات نے دو ننھی نواسیوں کی پرورش بھی آپ کے ذمے لگا دی۔ عظمٰی اور سلمٰی کی نہایت لگاوٹ سے آپ نے پرورش کی۔ ان کی یونیفارم کے جوتے پالش کیے۔ سکول لے کر جانا پھر لے کر آنا۔ شام میں ٹہلانے لے جانا۔ سکول کے کام میں مدد کرنا۔ آپ کو اپنی بیٹی نصرت اور نواسیوں سے بہت محبت تھی۔

محکمہ پولیس سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے مختلف جگہ پر کام کیا۔ شیخ سعید احمد صاحب کی فلور مل (آٹے کی فیکٹری) شیرانوالہ گیٹ میں بطور Accountant کام کیا۔ شیخ سعید احمد صاحب کی خوبصورت شخصیت کے آپ بہت معترف تھے۔ ان کی گوناگوں خوبیوں کا اکثر ذکر فرماتے تھے۔ جب آپ احمدیہ بلڈنگس سے کوٹ لکھپت منتقل ہوئے تو پھر آپ نے اتفاق فاؤنڈری میں بطور Security انچارج کام کیا۔ دیگر صنعتوں کی طرح اتفاق فاؤنڈری بھی 1972ء کے بعد بھٹو حکومت کی پالیسی کے تحت حکومت کے انتظام میں آ گئی تھی۔ اتفاق فاؤنڈری میں کروڑوں اربوں روپے کا مال تیار ہوتا تھا۔ سینکڑوں ایکڑ میں پھیلی اس فیکٹری میں مختلف جگہوں پر تیار سریہ کے پہاڑ لگے ہوئے تھے۔ انہی دنوں میں جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء لگ گیا۔ تو ایک فوج کے حاضر سروس کرنل Deputation پر جنرل مینیجر لگائے گئے۔ ایک دن اس نے رات کی شفٹ کے سیکیورٹی انچارج کی حیثیت سے آپ کو اپنے دفتر طلب کیا بعد میں وہ بڑی اچھی طرح ملک صاحب سے پیش آتا رہا۔ پھر ایک دن اس نے آپ کو اعتماد میں لے کر اپنا مدعا بیان کیا کہ اتفاق فاؤنڈری میں لاکھوں ٹن سریہ مختلف جگہوں پر پڑا رہتا ہے۔ کیوں نہ ہم دونوں مل کر روزانہ کی ایک ٹرالی فیکٹری کی حدود سے غیر قانونی طور پر نکال دیا کریں۔ اور اس کے پیسے آدھے آدھے کر لیں۔ بقول اس کے پکڑے جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کیونکہ باہر جانے کا اجازت نامہ (Gatepass) اسی نے دینا تھا۔ لیکن ملک صاحب نے انکار کر دیا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور وہ آپ کو ترغیب دے کر راضی کرنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ پھر ایک دن اس نے آپ سے کہا کہ آپ اپنی بیگم سے مشورہ کر لیں کیونکہ خواتین عقلمند ہوتی ہیں۔ جب اس کا اصرار بڑھا تو آپ چھٹی پر چلے گئے۔ اور چھٹی میں توسیع کرواتے رہے۔ اور بالآخر آپ نے نوکری ہی چھوڑ دی حالانکہ آپ کو ملازمت کی واقعی ضرورت تھی۔

ایک اور ملازمت آپ کے کسی سسرالی رشتہ دار نے دلوائی۔ کام کی نوعیت

یہ تھی کہ آپ نے ایک ہاتھ سے لکھی پرچی کے بدلے ایک عدد پڑیا دفتر کی الماری میں سے نکال کر دینی ہوتی تھی۔ آپ نے دو ایک دنوں میں ہی بھانپ لیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اور باوجود ضرورت اور اچھی تنخواہ کے ملازمت چھوڑ دی۔ ان لوگوں نے بہت اصرار کیا مگر آپ نہ مانے۔ دراصل یہ منشیات کا بیوپار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی راہنمائی فرمائی اور بڑے ابتلاء سے بچا لیا۔

ابرار احمد اور بھائیوں سے ملک صاحب کی بہت قربت تھی۔ اور اسی طرح یہ بھائی بھی ملک صاحب کو اپنا والد ہی سمجھتے تھے۔ بچوں کے دادا ابو کہنے کہ وجہ سے آپ کے لیے دادا ابو کا لقب ہی تام تھا۔ اس قربت کے پس منظر کے طور پر یہ بتا تا چلوں کہ دادا ابو نے اپنے بیٹوں کی بے رغبتی کا اللہ تعالیٰ سے گلہ کیا تو رات کو آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ ابرار احمد اور ان کے بھائی ہی تمہارے بیٹے ہیں۔ اللہ کی کہی ہوئی یہ بات تادم زیست قائم رہی۔ مریم ابرار نے نہایت بے لوث خدمت کی۔

آپ کی شخصیت میں جملہ خوبیاں موجود تھیں۔ آپ نہایت درجہ کے ذہین تھے۔ مشکل سے مشکل معاملہ نہ صرف سمجھ لیتے بلکہ کئی دفعہ حل بھی پیش کر دیتے۔ اس زمرہ میں وسیع النظری بھی آتی ہے۔ زیر غور معاملات کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے۔ حاضر جواب اس قدر تھے کہ کئی دفعہ آدمی خوش کن حیرت کا شکار ہو جاتا۔ آپ کی حس مزاح بہت شستہ تھی۔ اپنے ایک کام کے ساتھی سپاہی عبدالرحمٰن جو سرخا کے لقب سے مشہور تھے۔ اور خیر سے اُن کے 32 بچے تھے۔ جب سرخا صاحب کا واقعہ سناتے تو اہل مجلس لوٹ پوٹ ہو جاتے۔

جب حضرت قائداعظمؒ فوت ہوئے تو سر ظفر اللہ خان نے اپنے قادیانی عقیدے کے تحت ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ تب ملک صاحب پنجاب سول سیکرٹریٹ لاہور (Secretariat) میں متعین تھے۔ آپ کے کمرہ کے باہر بہت سارے ملازمین اس بات کا چرچا کر رہے تھے کہ وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس پر ملک صاحب بھی کمرہ سے باہر آ کر ان کے ساتھ ہی زمین پر بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ ہاں سر ظفر اللہ نے جنازہ نہ پڑھ کر بہت معیوب عمل کیا ہے پھر کچھ توقف کے بعد وہاں موجود سامعین سے پوچھا یار یہ جنازہ میں کیا اور کس طرح پڑھتے ہیں تو موجود کسی کو بھی جنازہ کا طریق اور دعا کا علم نہ تھا۔ اس پر وہ لوگ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

آپ کے والد ملک خدا بخش مرزا محمود احمد کے ہم جماعت تھے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اور ان کے والد یعنی دادا ابو کے دادا جان حسن صاحب نے بوقت اختلاف قادیانیت اختیار نہیں کی۔ اور انہوں نے مولانا محمد علیؒ کے راسخ عقیدہ کو بدل و جان اپنایا۔ 1953ء کے احمدیہ مخالف ہنگاموں میں آپ کے والد کے گھر واقع فیصل آباد پر بھی دھاوا بولا گیا۔ اور عمارت کو کافی نقصان پہنچایا گیا۔ خدا بخش صاحب خود اور خاندان کے کچھ لوگ جان بچانے کی غرض سے بالائی منزل میں محصور تھے۔ جب بلوائیوں نے مرکزی دروازہ توڑا تو انہوں نے تنبیہ کی کہ اگر کوئی آگے بڑھا تو وہ گولی مار دیں گے۔ بلوائی نہ رکے۔ خدا بخش صاحب نے گولی چلا دی جس سے ایک آدمی مر گیا اور ایک آدھ زخمی بھی ہوا۔ پولیس نے آپ کے والد کو گرفتار کر لیا۔ جماعت کے بااثر بزرگوں نے مکمل تعاون کیا اور جیل میں آرام سے رہے۔ ملک صاحب ڈیرہ غازی خان متعین تھے آپ وہاں سے والد کے مقدمہ کی پیروی کے لیے آئے۔ مقدمہ کے دوران ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا کہ تم نے خدا بخش کے گھر پر دھاوا بولا اور اس نے اپنے دفاع میں گولی چلائی ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ گھر کا مرکزی دروازہ تم نے توڑا اس پر فریق مخالف نے جواب دیا کہ ہم نے دروازہ نہیں توڑا بلکہ ہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے دروازہ خود بخود ٹوٹ گیا۔ اس پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا اچھا تمہاری ایمانی قوت اتنی زیادہ ہے تو پھر اب نعرہ بلند کرو دروازہ نہ سہی کسی ایک کھڑکی کا شیشہ ہی نعرہ سے توڑ کر دکھا دو۔ حالات کے بہتر ہونے پر آپ کے والد کو رہا کر دیا گیا۔

جماعت ربوہ کے ایک متمول رکن سردار صاحب کے گھر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی بچیوں سے آپ کا تعارف کروایا جو کہ ماشاء اللہ صحت مند تھیں درخواست کی کہ دعا کریں ان بچیوں کی قسمت اچھی ہو (یعنی اچھی جگہ شادی ہو جائے) تو ملک صاحب نے کہا کہ مجھے دو دعائیں کرنا پڑیں گی یعنی بچیوں کے Slim ہونے کی اور پھر ان کی شادی کی۔

اللہ والوں کی قرآن پاک میں ایک صفت بے لوثی بھی بیان ہوئی اور وہ فرماتے ہیں ان اجوی الا علی اللہ کہ میرا اجر صرف اللہ کے پاس ہے۔ ملک صاحب ضرورت مندوں کے ساتھ ان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے چل پڑتے۔ بچوں کے سکولوں میں داخلے کرواتے۔ غریب بچوں کی فیس معاف کرواتے۔ مریضوں کو علاج کے لیے طبیب کے پاس لے جاتے۔ سرکاری محکموں میں مختلف لوگوں کی سفارش یا حق دار کی دادرسی کے لیے پہنچ جاتے۔ یہ نہیں کہ آپ کا کوئی دنیاوی مقام رکھتے تھے۔ دراصل اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو متاثر کن شخصیت عطا فرماتا ہے۔ جیسے کہ قرآن نے تہجد گذاروں کے ممتاز ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یا پھر حدیث میں اتقو فراست المومن میں مومن کی فراست Wisdom کی اثر انگیزی کی طرف اشارہ ہے۔ آپ کی شخصیت میں شکر گذاری کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ کوئی آپ کے لیے تھوڑی سی بھی خدمت بجالاتا تو انتہائی شکر گذاری کا اظہار کرتے تھے۔

مولانا آفتاب الدین صاحب مسلم ووکنگ مشن کے انچارج تھے۔ انہوں نے تبلیغ کے مختلف مراحل کے لیے رضا کار بھی متعین کیے ہوئے تھے۔ ان کے رضا کاروں کی ٹیم میں ملک سعید احمد صاحب بھی شامل تھے۔ آپ مختلف اسلامی لٹریچر کے پیکٹ تقسیم کرتے تھے۔ ان کتب کی تقسیم کے لیے آپ پنجاب سول سیکرٹریٹ مین بھی تشریف لے جاتے۔ وہاں اس زمانہ میں تمام سینئر افسران انگریز ہوا کرتے تھے۔ جن کا اچھا خاصاہ دبدبہ ہوتا تھا۔ اور عموی طور پر مقامی لوگ ان سے بغیر وقت لیے ملاقات کرنے سے ڈرتے تھے۔ ملک صاحب ان افسران کے دفتر کا دروازہ کھول کر بے دھڑک اندر چلے جاتے۔ تو بعض اوقات بعض افسران انتہائی غیض وغضب کا اظہار کرتے۔ کہ بغیر اجازت کے تم اندر کیسے آ گئے ہو۔ تو آپ نہایت متانت سے کہتے سر آپ کے لیے Gift لایا ہوں۔ اور انہیں کتب کا بنڈل تھما دیتے۔ وہ انگریز کتاب دیکھ کر کہتا احمدیہ احمدیہ تم احمدیہ ٹھیک ہے۔

آپ اکثر دہراتے تھے کہ مرزا محمود کو کیا ہوا کہ اس نے بیٹھے بٹھائے حضرت اقدس کو نبی بنا دیا۔ جبکہ انتہائی واضح طور پر حضرت مرزا غلام احمدؒ نے نبوت سے انکار کیا ہے اور نبوت کے دعویدار پر لعنت بھیجی ہے۔ اور حضرت صاحبؒ کے نبی بنائے جانے کا آپ کو انتہائی دکھ تھا اور اس بات سے بہت رنجیدہ ہو جاتے۔ جب قادیانی خلیفہ محمود احمد کی وفات ہوئی تو آپ ربوہ میں موجود تھے۔ محدود تعداد کی ربوائی انتخابی کونسل (Polled Bureau) میں اس وقت زیادہ تعداد خاندان کے لوگوں کی ہی ہوتی تھی اس کے علاوہ بھی مخصوص لوگ اس میں ووٹ کر دیتے ہیں۔

تو اس انتخاب میں محترم مرزا رفیع احمد صاحب باوجود ہردلعزیز ہونے کے ہار گئے اور انتخاب میں مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ منتخب ہو گئے۔ کیونکہ مرزا ناصر احمد نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے داماد تھے (جو کہ حضرت اقدس کی صاحبزادی تھیں)۔ ملک سعید احمد صاحب اس وقت ربوہ میں جن کے گھر مہمان تھے وہ بااثر لوگ تھے۔ اس لیے یہ کارگذاری من وعن آپ تک پہنچی۔ اور یوں سیاسی جوڑتوڑ سے مرزا ناصر احمد خدا کا بنایا خلیفہ بن گئے۔

ربوہ کے خلیفہ کی ایک خصوصیت جو بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اس پہلو سے خلیفہ کے اختیارات دنیاوی، دینوی اور روحانی پہلو سے خصوصی درجہ لے جاتے ہیں۔ اور اُس طرح خلیفہ کی کہی ہوئی بات سارے لوگوں سے فائق ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ حضرت اقدس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کا حوالہ فلاں فلاں کتاب کا فلاں فلاں اقتباس ہے تو اس کا فوراً جواب آئے گا ''تو یعنی آپ کا مطلب ہے کہ خلیفہ بشیر الدین محمود (خود ساختہ مصلح موعود) نے جو کہا ہے وہ غلط ہے''۔ اور بعد کے خلیفہ بھی خدا سے متعین کردہ ہیں انہوں نے بھی کہا ہے نبی ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا ہے حضرت اقدس نبی ہیں تو بھلے حضرت اقدس خود انکار کریں۔ ایسے شخص کو پاگل یا نافرمان کہہ کر جماعت سے نکال دیا جاتا ہے۔ آپ اکثر کہتے تھے قادیانی قوالوں کی طرح نبی اللہ نبی اللہ کے راگ الاپتے رہتے ہیں۔

(سلسلہ جاری ہے)

☆☆☆☆

مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور راستبازی

از محترمہ پروین چوہدری (ایم اے۔ بی ایڈ)

دنیا میں ہر سچے انسان کو اپنی صداقت کا اشتہار دینا نہیں پڑتا۔ ان کا کردار اور زبان و بیان ہی ان کی سچائی کا جیتا جاگتا ثبوت ہوتا ہے۔ ہر ولی، مجدد اور محدث کو زمانہ ان کے کردار کی پاکیزگی اور ایمان میں استقامت ہی کسوٹی بناتا ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ ایمان سے بھرپور اور مخلص لوگ آج بھی ان کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ان پر کفر کے فتوؤں کا ایک طوفان تھا مگر وہ غبار راہ ثابت ہوا اور ان کی صداقت کی گواہی زمانے کی مہر بن گئی۔

حضرت مرزا صاحب کے آباؤ اجداد کے سینکڑوں دیہات سکھوں اور انگریزوں نے ہتھیا لئے تھے۔ آپ کے والد محترم نے اپنی جائیداد کے گاؤں واپس لینے کے لئے مقدمات دائر کر رکھے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کو زمینداری کے کام کے علاوہ مقدمات کی پیروی کا کام بھی سونپا گیا مگر چونکہ طبیعت میں ان چیزوں سے بیزاری تھی اور فطرت میں قرآن سے عشق تھا۔ اسی لئے مقدمات کی پیروی میں جاتے وقت اگر گھوڑا سواری کے لئے لے لیا ہے یا والد صاحب نے ٹانگہ کروا دیا ہے تو خادم کو گھوڑے پر سوار کر دیتے یا پھر ٹانگے میں بیٹھا دیتے اور خود پیدل چلتے ہوئے کتاب کی ورق گردانی کرتے رہتے۔ بعض اوقات والد محترم اس بات کا اظہار بھی کرتے کہ ہم تو دنیاوی کاموں میں اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرا بیٹا اس مزاج کا نہیں ہے۔ وہ دین کے صحیح راستے پر چل رہا ہے۔ مرزا صاحب کا خود فرمان ہے کہ میں نے ملازمت پیشہ لوگ میں بہت کم ایسے لوگ پائے ہیں جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اپنے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کریں۔ اور حلم و کرم، تواضع و انکساری، مخلوق کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہوں اور پاک باطنی اور پرہیزگاری کی صفت بھی اپنے اندر رکھتے ہوں بلکہ اکثر لوگ تکبر اور بدچلنی میں ذلیل سے ذلیل اخلاق میں شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب زمینداری کے کاموں کے دوران اکثر اوقات قرآن پڑھتے اور اس میں تدبر یعنی غور و خوص کرتے اور تفسیروں اور حدیثوں کا مطالعہ کرتے اور کبھی اپنے والد محترم کو بھی یہ کتابیں پڑھ کر سناتے۔ آپ کے والد محترم عمر کے آخری حصے میں بہت مغموم رہتے کہ تمام عمر دنیاوی جھگڑوں میں گذار دی اور ایک مسجد تعمیر کروائی کہ میری قبر اس مسجد کے ایک گوشے میں بنائی جائے تا کہ خدا کا نام ہر وقت میرے کانوں میں پڑتا رہے اور میری مغفرت کا باعث بنے۔

حضرت مرزا صاحب نے باوجود کہ مقدمات وغیرہ سے کراہت محسوس کرتے تھے مگر لاپرواہی کبھی نہیں برتی بلکہ پوری تیاری کے ساتھ جاتے اور خرچ کی تفصیل تک لکھتے۔ دیانتداری فطرت میں تھی۔

مقدمات کی پیروی میں بلاشبہ پوری محنت کرتے مگر کبھی جھوٹ اور ناجائز ذرائع سے کام نہ لیتے۔ خدا سے مدد چاہتے دعا کرتے اور معاملہ اس کی رضا پر چھوڑ دیتے۔ اکثر مقدمے کی تاریخ پر رات کو عشاء کی نماز کے بعد نمازیوں سے دعا کے لئے کہتے کہ حق کا فیصلہ ہو۔

کئی دفعہ وکیل مقدمے میں جھوٹ بولنے کے لئے کہتے تو جھوٹ بولنے اور جھوٹی گواہی سے سخت نفرت کا اظہار کرتے تو وکیل مقدمہ چھوڑ دیتے اور کہہ دیتے کہ اگر آپ جھوٹ نہ بولیں گے تو سزا یافتہ ہوں گے۔ مگر آپ راستی کو نہ چھوڑتے کہ اسباب سے کام لینے کا حکم ہے وگرنہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کام ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس کا فیصلہ آسمان پر نہ ہو۔ پس ہم آپ کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کر سکتے۔

حضرت مرزا صاحب نے آریوں کی مقابل پر اسلام کی تائید میں ایک مضمون رلیا رام وکیل کے مطبع میں طبع ہونے کے لئے بھیجا تو مضمون جو دونوں طرف سے کھلے پیکٹ میں تھا اس کے ساتھ ایک خط بھی رکھ دیا جس میں اسلام کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بارے میں باطل ثابت کیا گیا تھا۔ رلیا رام نے دشمنی میں آگے بڑھ کر مقدمہ دائر کر دیا کہ خط اس طرح بھیجنا قانوناً جرم ہے اور آپ کے جرم کی سزا چھ ماہ قید یا پانچ سو روپے جرمانہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو رویا میں پہلے ہی دکھا دیا کہ رلیا رام نے ایک سانپ میرے کاٹنے کے لئے بھیجا ہے جو میں نے مچھلی

کی طرح تل کراسے واپس بھیج دیا ہے۔

مقدمے کا جس طریقے سے عدالت میں فیصلہ ہوا وہ بے نظیر ہے۔آپ کو ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا۔ وکلاء نے دروغ کے سوا کوئی راہ نہ بتائی۔ کہ پیکٹ میں خط رکھ کر بھیجنے سے صاف انکار کردو ورنہ مقدمہ سخت ہے اور رہائی ناممکن مگر خدا کی قدرت جب انگریز کی عدالت میں پیش ہوئے اور جج نے پیکٹ میں خط رکھنے کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے پوری سچائی سے بتادیا کہ چونکہ میں نے خط پیکٹ کے مضمون سے علیحدہ نہیں سمجھا اس لئے میں نے خود ہی یہ خط پیکٹ کے اندر رکھا تھا۔ اس لئے مراد گورنمنٹ کو محصول میں نقصان مقصود نہ تھا۔ اس سچ سے انگریز جج کے دل کو اس طرح پھیرا کہ مخالف وکیل کی لاتعداد دلیلوں پر اس نے ہر دفعہ نو کیا۔ اور ایک ڈیڑھ سطر کے مختصر ترین فیصلہ میں آپ کو بری کردیا اور رخصت کی اجازت دی۔

ایک دوسرے مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب کے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو پر مقدمہ دائر کردیا کہ اس نے ہماری زمین پر بلا جواز مکان تعمیر کیا ہے۔ جو کہ مسمار کیا جانا چاہیے۔ حضرت صاحب جانتے تھے کہ مقدمہ میں ایک افسر خلاف واقع تھا۔ اور مقدمہ ڈسمس ہوسکتا تھا اور سلطان احمد کے ساتھ مجھے بھی ملکیت کے تلف ہونے کا نقصان اٹھانا پڑتا۔ فریق مخالف نے جان بوجھ کر حضرت صاحب کی گواہی ڈلوادی۔ مقدمے کے دن وکیل نے آپ سے پوچھا کہ اب پیشی کا وقت ہے۔ آپ عدالت میں جا کر کیا کریں گے۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ جو امر اور سچ ہے۔ اس پر وکیل نے کہا کہ آپ کو عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں۔ میں مقدمے سے دست بردار ہورہا ہوں۔ اس طرح آپ نے اپنے صدق کی وجہ سے مالی نقصان برداشت کیا۔

اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے رشتہ داروں نے آپ پر اور آپ کے بھائی پر دخل ملکیت کا مقدمہ کردیا۔ اس ملکیت پر آپ کے والد محترم نے تقریباً آٹھ ہزار روپے خرچ کیے تھے۔ جب آپ نے حسب عادت فتح کے لئے دعا کی تو الہام ہوا کہ تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ آپ نے یہ الہام اپنے تمام عزیز واقارب کو سنایا اور کہا کہ یہ خلاف مرضی حق ہے۔ مقدمہ نہ کریں مگر وہ بارز نہ آئے اور آخر کار شکست کھائی۔ اس ہزار ہا روپے کے نقصان کے باوجود آپ کی استقامت میں فرق نہیں آیا۔ بٹالہ میں ایک مقدمہ کے دوران آپ نماز کے وقت پر نماز پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں پیشی کے لئے آواز پڑگئی۔ فریق مخالف نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور ایک طرف کارروائی پر زور دیا۔ مگر جج صاحب نے پروانہ کی اور حضرت صاحب کے حق میں ڈگری دے دی۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوئے اور کہا کہ میں غیر حاضر نہیں بلکہ نماز پڑھ رہا تھا تو جج صاحب نے کہا کہ میں تو آپ کو ڈگری دے چکا۔ راست بازی کی اس سے بڑھ کر اور مثالیں کیا ہوں گی۔ جو حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ہمیں ہر قدم پر ملتی ہیں۔

☆☆☆☆

وفات حسرت آیات

سیالکوٹ

تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر بہت دُکھ ہوگا کہ ہمارے نہایت ہی محترم اور معزز بزرگ شیخ ممتاز احمد صاحب (سیالکوٹ) اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“

دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

لاہور

تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر بہت دُکھ ہوگا کہ جمیل الرحمٰن صاحب (کارکن انجمن) کے چھوٹے بھائی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“

دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

امریکہ میں جناب چوہدری ریاض احمد صاحب کی اہلیہ بیمار ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ ان کے لئے خصوصی طور پر اپنی نمازوں میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت یاب کرے۔ آمین

خطبات مولانا محمد علی نمبر ۶ صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۸

معراج النبیؐ کی حقیقت

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولاناؒ نے قرآن کریم میں سے سورہ بنی اسرائیل کی پہلی دس آیات تلاوت کیں اور ترجمہ پیش کیا۔

ترجمہ: ''وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے (محمدؐ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا بابرکت بنایا، تا کہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ٹھہرایا کہ میرے سوائے کسی کو کارساز نہ بناؤ (تم) ان کی نسل (ہو) جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا۔ وہ شکر گزار بندہ تھا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یقینی خبر دے دی تھی۔ کہ ضرور تم ملک میں دو دفعہ فساد کرو گے۔ اور بڑی سرکشی اختیار کرو گے۔ سو جب دونوں میں سے پہلا وعدہ آپہنچا ہم نے تم پر اپنے سخت لڑنے والے بندے اٹھا کھڑے کئے۔ پس وہ شہروں کے اندر گھس گئے اور وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ پھر ہم نے لوٹا کر تمہیں ان پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تمہیں بڑا جتھا بنایا۔ اگر تم نے نیکی کی تو اپنا ہی بھلا کیا، اور اگر تم نے برائی کی تو اپنے لئے، پھر جب پچھلی بار کا وعدہ آیا، (اور بندے اٹھا کھڑے کئے) تا کہ وہ تمہارا برا حال کریں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلی بار داخل ہوئے اور تا کہ جس چیز پر وہ غالب آئیں ویران کرتے ہوئے برباد کریں۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر وہی (کام) کرو گے ہم پھر وہی (سزا) دیں گے اور ہم نے دوزخ کو کافروں کے لئے قید خانہ بنایا ہے۔ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو زیادہ مضبوط ہے اور ان مومنوں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوش خبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ اور کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لئے دردناک دکھ تیار کر رکھا ہے''۔

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ یہ سورۃ بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کی ابتداء اس آیت سے ہوئی ہے جس میں معراج نبویؐ کا ذکر ہے۔ نبی کریمؐ کی معراج ایک مشہور واقعہ ہے۔ جس کو کم و بیش ہر ایک مسلمان جانتا ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ معراج ماہ رجب کی 27 تاریخ کو ہوئی۔ حالانکہ تاریخی طور پر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ اسی تاریخ کا واقعہ ہے۔ بلکہ اس کے سال کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ بعض لوگ ہجرت سے سولہ یا سترہ مہینہ پہلے کا واقعہ بتاتے ہیں۔ سیرت النبیؐ میں بھی، جسے سید سلیمان ندوی نے شائع کیا ہے۔ یہی لکھا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کے سولہ یا سترہ مہینے پیشتر کا ہے۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کا بیان تین مقامات پر ہے۔ ایک اسی آیت میں جو میں نے پڑھی ہے۔ دوسرے اس سورۃ میں آگے چل کر جہاں فرمایا۔ ترجمہ: اور ہم نے اس رویاء کو جو تجھے دکھایا صرف لوگوں کے لئے فتنہ بنایا۔(60:17) تیسرے سورۃ النجم میں جہاں فرمایا۔ ترجمہ: پھر قریب ہوا اور بہت قریب ہوا(8:53) یہ دونوں سورتیں ہجرت سے آٹھ سال پیشتر کی نازل شدہ ہیں۔ پس ان میں اس واقعہ کا ذکر ہونا صاف بتاتا ہے کہ یہ واقعہ بہت پہلے کا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ تاریخ پر غور کرنے سے پہلے قرآن پر غور نہیں کرتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض امور میں غلطی کھاتے ہیں۔

معراج کیا ہے؟

سوال یہ ہے کہ معراج کیا چیز ہے؟ اور اسے کیوں اتنی وقعت دی گئی ہے کہ قرآن میں اس پر زور دیا ہے۔ اور روایت میں اس کا بار بار ذکر کیا ہے۔ بلاشبہ حدیثوں کی کثرت شہادت اور قرآن کی صراحت اس واقعہ کو صحیح ٹھہراتی ہے۔ سورۃ النجم کی جو آیت میں نے ابھی پیش کی تھی، اس میں اس قرب کا ذکر ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں حاصل تھا۔ قرآن میں تو صرف اسی قدر ذکر ہے جو میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ البتہ حدیثوں میں اس کی

تفصیل یوں مرقوم ہے، کہ ایک رات نبی کریمؐ خانہ کعبہ کے اندر سوئے ہوئے تھے، کہ حضرت جبرائیلؑ آئے۔حضور کا بیان ہے کہ میرے گھر کی چھت پھٹی، اور اس میں سے حضرت جبرائیل نازل ہوئے۔ میرے سینے کو کھولا اور ایک طشت، جو حکمت وایمان سے بھرا ہوا تھا، اس میں انڈیل دیا۔ پھر مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ بیت القدس گئے۔ پھر آسمانوں پر، یہاں تک کہ ہم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ اس اثنا میں مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاؑ سے آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ پھر جب آپؐ واپس تشریف لائے تو بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ اور تمام انبیاؑ نے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔

معراج نبوی روحانی تھی یا جسمانی؟

اس مسئلہ پر یہ کہ معراج روحانی تھی یا جسمانی پہلے کوئی بھاری بحث نہیں ہوئی۔ اب اس زمانہ میں ضرور ہوئی ہے۔ عام طور پر اس بارہ میں دو مذہب مانے جاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ امیر معاویہؓ اور حسن بصری قائل تھے کہ آنحضرتؐ اس عنصری جسم کے ساتھ آسمان پر نہیں گئے۔ بلکہ آپ کی روح کو سیر کرائی گئی تھی۔ اور ایک بڑا حصہ یہ بھی مانتا چلا آیا ہے کہ آپؐ اس جسد کے ساتھ گئے۔ ہمارے اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے جہاں دین اسلام کے دیگر حقائق پر کچھ روشنی ڈالی، وہاں اس امر کو بھی واضح کر دیا، کہ معراج اس جسم کے ساتھ نہ تھی۔ بلکہ ایک دوسرے لطیف جسم کے ساتھ تھی، جو اہل اللہ کو عالم کشف میں ملتا ہے۔ انسان کی تین ہی حالتیں ہیں۔ جاگنا اور سونا دو حالتیں تو سب جانتے ہیں۔ سونے کی حالت میں بعض وقت خواب بھی آتے ہیں۔ جو کبھی تو خواب پریشان ہوتے ہیں اور کبھی سچ بھی ہوتے ہیں۔ ان دو حالتوں کے علاوہ ایک تیسری حالت جو اہل اللہ کو میسر آتی ہے، اسے حالت کشفی کہتے ہیں۔ اس میں انسان سوتا نہیں بلکہ اسے اور قسم کے حواس عطا کئے جاتے ہیں۔ گویا وہ بیداری میں ایک دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتا ہے۔ جس میں وہ بہت سی ایسی باتیں بھی دیکھ لیتا ہے، جو ان ظاہرہ آنکھوں سے نظر نہیں آتیں۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج روحانی تھی، تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے، کہ وہ معمولی خوابوں کی طرح ایک خواب تھا۔ بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حالت کشفی تھی۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جس پر تمام دنیا کے صلحاء کی گواہی موجود ہے۔ بعض لوگ جنہیں صفائی قلب میسر آجاتی ہے، ایسی حقیقتوں کو دیکھ لیتے ہیں جو دوسروں کو دکھائی نہیں دیتیں۔

محمدؐ رسول اللہ کا بلند مقام

غرض محمدؐ رسول اللہ کو یہ نظارہ دکھایا گیا کہ آپؐ نے عروج کیا۔ اور ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے کہ تمام انبیاءؑ آپؐ کے پیچھے رہ گئے۔ اس میں دراصل آپ کو وہ بلند مقام دکھایا گیا، جہاں آپ کو پہنچنا تھا۔ یہ مرتبہ کہاں تک چلتا ہے۔ اس انتہائی مقام تک جہاں تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ معراج اس وقت ہوئی کہ آپ سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھے۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپؐ سوتے تھے لیکن آپ کا قلب نہیں سوتا تھا۔ ایک حدیث میں معراج کے بیان کے بعد یہ لفظ آتے ہیں ثُمَّ اسْتَيْقَظَ پھر آپؐ جاگ اٹھے۔ ان تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی معراج جسمانی نہ تھی بلکہ کشفی رنگ کی تھی۔ یہی معراج کی حقیقت ہے۔ اور اسی حقیقت کی طرف حضرت مرزا صاحب نے توجہ دلائی۔ جب آپ نے یہ اعلان کیا کہ معراج ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھی، تو لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے یہ کہنا شروع کر دیا، کہ آپ منکر معراج ہیں، حالانکہ پہلے بھی کئی ایسے بزرگ ہیں، جن کا یہی مذہب تھا۔ اس وقت تو بے شک لوگوں نے ہٹ دھرمی سے اس معاملہ میں مخالفت کی۔ لیکن آج یہ حالت ہے۔ کہ تمام روشن خیال علماء کہہ رہے ہیں معراج عالم کشف میں تھی۔ ہمیشہ سے دنیا کا یہی قاعدہ ہے۔ کہ پہلے جب کوئی بزرگ حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے تو فوراً اس پر کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ اہل اللہ میں سے تھے۔ اس زمانہ کے لوگوں نے جب ان کی ایسی باتیں سنیں، تو دو سو علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا، خود نبی کریم کے زمانے میں بھی جب یہ امر پیش آیا تو کفار بگڑے۔ اسی لئے تو قرآن کریم نے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (60:17) حضرت ابوبکرؓ نے عجیب فیصلہ کن جواب دیا ہے۔ جب آپؐ سے کسی نے کہا کہ آپؐ کے پیغمبر تو یہ بعید از عقل دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے آسمان اور جنت وغیرہ کی سیر کی ہے۔ تو

آپ نے جواب دیا کہ یہ کونسی عجیب اور محیر العقول بات ہے؟ انہوں نے ضرور ایسا کیا ہوگا۔ میں تو اس سے بھی بعید از عقل بات کو مانتا ہوں کہ آپؐ پر صبح و شام وحی آتی ہے۔

معراج کا مقصد

معراج کا مقصد صرف یہ ہی نہیں ہے کہ اس کو محض ایک عجوبہ سمجھا جائے۔ یا اس میں صرف آنحضرتؐ کا بلند مقام بتایا گیا ہے۔ بلکہ اس سے یہ سبق سکھایا ہے کہ جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں، ان کے لئے بڑے بڑے اجر ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی عمل نے اس رتبہ تک پہنچایا۔ اور جو لوگ محمد رسول اللہؐ کے رستے پر چلیں گے، انہیں بھی اللہ تعالیٰ بلند مقام عطا کرے گا۔ اس میں دکھایا ہے کہ کیوں اور کس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو بلند مقام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعمال کے مطابق ہی اجر دیتا ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کی غمخواری محمد رسول اللہ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ احادیث ایسے واقعات سے پر ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کا جس قدر مال تھا وہ سب کا سب آپؐ کے ہاتھوں خدا کی راہ میں خرچ ہوا۔ آپؐ کا دل خدا کی مخلوق کی ہمدردی و محبت سے لبریز تھا۔ کوئی شخص بلند مقام کو حاصل نہیں کرسکتا، جب تک اس کے اندر مخلوق خدا کی ہمدردی کا جذبہ نہ ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (2:1) میں بھی یہی اشارہ ہے کہ سب سے بڑھ کر قابل حمد و ستائش وہی شخص ہے، جو مخلوق کی ربوبیت کرتا ہے۔ محمد رسول اللہؐ نہ صرف خود اس رنگ میں رنگین تھے بلکہ آپؐ نے اپنے متبعین کو بھی اسی رنگ میں رنگا۔ آپؐ کے جانشین گو ایران، روم اور ہندوستان تک کے بادشاہ تھے۔ لیکن درویشوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور انہیں مخلوق خدا کی ہمدردی اس قدر تھی کہ جب ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک غریب غیر مسلم کو بھیک مانگتے دیکھا تو حکم دیا کہ آئندہ کسی نادار اور معذور ذمی پر قطعاً کوئی جزیہ نہ لگایا جائے۔ بلکہ بیت المال سے انہیں وظیفے دیئے جائیں۔ اسی ہمدردی کا اثر تھا کہ اسلام حیرت انگیز سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیلا۔ آج ہم مسلمان کیوں ذلیل ہوگئے ہیں؟ اس لئے کہ ہم نے ان کاموں کو چھوڑ دیا، جن کی وجہ سے محمد رسول اللہؐ اور ان کے جانشینوں کو بلند درجات عطا ہوئے۔ اگر ہم میں بھی یہی ہمدردی مخلوق کا جذبہ پیدا ہو جائے تو ہم بھی بلند مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔ (پیغام صلح 23 فروری 1927ء)

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

معزز مہمانوں کو الوداع

بھارت سے آنے والے معزز مہمان محترم خورشید عالم ترین صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ جو لدھیانہ سے پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور قرآن مجید کا ہندی میں ترجمہ کر رہے تھے۔

9 جون 2012ء کو اپنا کام مکمل کر کے واپس چلے گئے۔ جناب خورشید عالم ترین صاحب کشمیر کے رہنے والے ہیں اور بھائی کے قتل کے بعد لدھیانہ ہجرت کر آئے تھے۔ تنظیم خواتین احمدیہ نے بیگم خورشید عالم صاحبہ کو الوداعی پارٹی دی اور تحفہ دے کر رخصت کیا۔

ان کے ساتھ ہی آسٹریلیا سے آنے والی ہماری معزز مہمان بیگم نور جہاں صاحبہ کو بھی مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ کے گھر پر الوداعی پارٹی دی گئی تھی اور رخصت کے وقت تحفہ دیا گیا تا کہ مہمان خوشگوار یادیں لے کر جائیں۔

پروین چوہدری صاحبہ

☆☆☆☆

ذکرِ الٰہی ۔ روح کی غذا

خطبہ جمعہ جامع اوکاڑہ، فرمودہ قاری غلام رسول صاحب

تشہد و تعوذ اور تسمیہ کے بعد سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 152 تا 157 کی تلاوت کی گئی۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ: ”پس مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم محسوس نہیں کرتے اور ضرور ہم کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دو، جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہی ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہ وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں“۔ (بیان القرآن جلد اوّل ص 90)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق فرمایا اسے سب سے بہتر مخلوق قرار دیا اور ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں اور عقل و شعور کی قوتیں ودلعیت فرمائیں لہٰذا انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کرتا رہے اور شکرِ نعمت کا بہترین طریقہ ذکرِ الٰہی ہے۔ ذکر قولی بھی ہوتا ہے اور ذکرِ فعلی یا عملی بھی۔

جب تک دل و زبان کی ہم آہنگی نہ ہو، ذکر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔

بقول اقبال:

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ جب تک مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

احادیث مبارکہ میں مختلف اوقات کی دعائیں اور اذکار و ظائف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے مختلف طریقے ہیں۔ ذکرِ الٰہی شکر نعمت ہے اور شکرِ نعمت واجب ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان پر بھاری اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں وہ دو کلمے یہ ہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ، سبحان اللہ العظیم

اسی طرح الحمد اللہ، اللہ اکبر اور خود نماز بھی ذکر الٰہی کی ایک شکل ہے۔ قرآن حکیم کو بھی ذکر قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

اعلائے کلمۃ اللہ سے ہی مسلمان بڑے بن سکتے ہیں

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ تم میرا ذکر کرو یعنی میرے نام کو دنیا میں پھیلاؤ تو میں تمہیں بڑا بناؤں گا اور اگر تم اس نصیحت کو چھپاؤ تو پھر تمہارے لئے سزا بھی ہے چنانچہ اگلے رکوع کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں ہدایت کے پھیلانے میں مشکلات کے مقابلہ کا اور دوسرے حصہ میں کتمان ہدایت کا ذکر ہے۔ کاش آج مسلمان بڑا بننے کے لئے اس ارشاد الٰہی کی تعمیل کر کے اشاعت اسلام کے کام کو اپنا نصب العین بنائیں۔

اس سے اگلی آیت میں صبر اور نماز کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا حکم ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی کوئی مشکل آتی آپ کا رجوع مسجد اور نماز کی طرف ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے تھے۔ تمام اہل معرفت اور صوفیاء کرام نے نماز کو قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔ خصوصاً سجدہ کی حالت میں بندہ سب سے زیادہ قربِ خداوندی حاصل کرتا ہے۔ اسی لئے غیر اللہ کو سجدہ حرام اور شرک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں مجالس ذکر کی تلاش رہتی ہے۔ جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے مجلس ذکر کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے سایہ برکت سے معمور ہو جاتی ہے۔ جب مجلس برخاست ہوتی ہے تو

فرشتے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں''(مسلم شریف)

دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے۔ میرے بندے کیا کر رہے تھے تو وہ کہتے ہیں: اے اللہ تیری تسبیح و تحمید کر رہے تھے اور جنت کی دعائیں مانگ رہے تھے اور دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ان سب کو بخشتا ہوں اور تمہیں گواہ بناتا ہوں ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ایک شخص اس مجلس میں شامل نہیں تھا وہ کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ایسی قوم ہیں کہ ان کا ساتھی محروم اور بدبخت نہیں رہتا۔ (بخاری شریف)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں: ''صادقوں اور راست بازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں شریک ہی ہوتا ہے اس لئے کہ کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان صادقوں کی صحبت اختیار کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا وہ کہتے ہیں ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بھی ان ہی میں سے ہے کیونکہ ان کا ہم نشین بدبخت نہیں رہتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو نیک صحبت سے دور رہے۔

(ملفوظات جلد سوم ص 507)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''صبر وہ ہے جو ابتدائے مصیبت میں ہو کیونکہ بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ صبر کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے اور صبر کا اجر بے حساب ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان کی آخری وقت کی تکلیف دیکھ کر رو پڑے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا البتہ بے صبری دکھانے اور واویلا کرنے پر عذاب دے گا سوائے اس کے کہ رحم فرمائے''۔ (بخاری شریف)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں: ''من جملہ انسان کے طبعی امور کے ایک صبر ہے جو اس کو ان مصیبتوں اور بیماریوں اور دکھوں پر کرنا پڑتا ہے جو اس پر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے لیکن جاننا چاہیے کہ خدا کی پاک کتاب کی رو سے وہ صبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک حالت ہے جو تھک جانے کے بعد ضرورتاً ظاہر ہوتا ہے یعنی انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت روتا چیختا سر پیٹتا ہے۔ آخر بہت سا بخار نکل کر جوش تھم جاتا ہے اور انتہاء تک پہنچ کر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔ پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں ان کو خلق سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اس کے متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر کوئی شکایت منہ پر نہ لاوے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اس کی رضا کے ساتھ راضی ہیں''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

اس سے اگلی آیت میں مومنوں کی آزمائش کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ خوف، بھوک اور مالوں اور جانوں کا نقصان کر کے آزماتا ہے۔ دکھ، سکھ، راحت و آرام، مشکلات و مصائب انسانی زندگی کا حصہ ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشکلات میں یہ دعا پڑھتے: ''اے اللہ میں ابتلاء کی سختی اور بدبختی کی گرفت اور تقدیر کے شر سے اور دشمنوں کے اپنے خلاف خوش ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں'' (بخاری شریف کتاب الدعوات)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں: ''اصل میں دیکھا گیا ہے کہ ابتلاء اور تکالیف کا زمانہ جو انسان پر آتا ہے وہ اس کے واسطے مفید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں قاعدین پر مجاہدین کو فضیلت دی ہے۔ مجاہدین دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی راہ میں مشکل کام ڈال لیتے ہیں اور اس کی تکالیف کو برداشت کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جن پر قضاء و قدر سے مشکلات اور تکالیف وارد ہوتی ہیں اور وہ صبر اور تحمل کے ساتھ ان مشکلات کو برداشت کرتے ہیں جو لوگ دن رات اپنے کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں اور اسی طرح ان کی زندگی گذر جاتی ہے اور ان پر کوئی تلخی نہیں آتی کہ وہ صبر کریں تو وہ قاعدین میں داخل ہیں جس زمانہ کو انسان بسبب تلخی کے بُرا زمانہ کہتا ہے اور اس کو ناگوار جانتا ہے اور نہیں چاہتا کہ ویسا زمانہ اس پر آوے دراصل وہی زمانہ اس کے واسطے اچھا ہوتا ہے بشرطیکہ صبر اور تحمل سے بسر کرے۔ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کو غم کب ہوتا ہے تو انہوں نے جواب دیا جب کوئی غم نہ ہو''۔ (ملفوظات جلد پنجم ص 273)

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر مشکلات کا آنا ضروری ہے وہ ان کے درجات کی بلندی کا موجب ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

درس قرآن ۔ ۱۴

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ”جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں“۔

پچھلے دو درسوں میں میں نے نماز کو قائم کرنے پر کچھ عرض کیا تھا۔ آج ہم اس سے اگلی بات کو لیتے ہیں کہ ومما رزقنھم ینفقون یعنی جو کچھ ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ رزق کے معنی عام طور پر کھانا پینا سمجھا جاتا ہے یا زیادہ سے زیادہ مال و دولت سمجھا جاتا ہے۔ مگر رزق کے معنی بہت وسیع ہیں۔ لغت میں اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی انسان کو کوئی بھی عطا یا بخشش جو جاری ہو، چاہے وہ اس دنیا میں ہو، یا آخرت میں۔ کبھی اس حصہ یا نصیب کے معنی میں یہ لفظ آتا ہے جو کسی انسان کو دیا گیا ہو، کبھی غذا کے معنی ہیں۔ اس لئے مما رزقنھم میں نہ صرف مال مراد ہے بلکہ جو کچھ قوائے جسمانی، دماغی یا روحانی کسی انسان کو ملے ہیں وہ سب شامل ہیں۔ بلکہ انسان کو اگر کوئی عہدہ یا ہنر یا خاص موقعے ملے ہیں وہ سب شامل ہیں۔ انسان کو جو عقل یا فراست یا علم ملے وہ بھی لفظ رزق میں داخل ہیں۔ لفظ علم سے مراد صرف دنیاوی علوم نہیں بلکہ دینی اور روحانی علوم اور معرفت یعنی باطن کی باتوں کا علم وہ سب شامل ہیں۔ اب انسان سوچے تو مثلاً اس کو جسمانی قواء جو ملے ہیں وہ اس کی مرضی یا بس کی بات نہ تھے۔ اسی طرح دماغی یا عقلی یا روحانی قواء سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں۔ کسی کو زیادہ کسی کو کم۔ جس قدر ملی ہیں اُسی قدر اُن کے بارہ میں انسان کی ذمہ داری اور جوابدہی ہے۔ رزق بمعنی مال و دولت کو لے لیجئے۔ سب میں پہلے تو انسان ماں باپ کی دولت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ کسی کو امیر گھرانے میں پیدا کرتا ہے، کسی کو متوسط گھرانے میں پیدا کرتا ہے، کسی کو غریب گھرانے میں۔ ہر انسان خود تو خالی ہاتھ اس دنیا میں آتا ہے اور خالی ہاتھ جاتا ہے۔ ماں باپ کے دل میں محبت کس نے ڈالی کہ وہ اپنا مال اپنی اولاد پر بہا دیتے ہیں اور جو بچ رہے وہ انہی کے لئے چھوڑ جاتے ہیں؟ پھر انسان کی اپنی کمائی اس کے بس میں نہیں۔ نہ اس کے علم و عقل یا ہنر پر مبنی ہے۔ نہ اس کی کوشش پر ورنہ مزدور سے بڑھ کر کون محنت کرتا ہے مگر اسے کیا ملتا ہے؟ میں نے بڑے بڑے عالم فاضل دیکھے ہیں کہ بھوکے یا غریب حال رہتے ہیں۔ حالانکہ جاہل بلکہ اجہل لوگ مال و دولت میں لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ نہ اس میں ہنر یا قابلیت فیصلہ کرتی ہے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ کامرس یعنی تجارت کی ڈگریوں والے بمشکل روٹی کھاتے ہیں جبکہ سیٹھ لوگ جن میں سے اکثر کوئی تجارت کی ڈگریاں کیا معمولی علم بھی نہیں رکھتے بلکہ بعض تو بمشکل اپنا دستخط کر سکتے ہیں وہ کروڑوں اربوں روپیہ کما رہے ہوتے ہیں۔ اگر مال و دولت انسان کے بس کی بات ہوتی تو ہر انسان قارون کے خزانوں کا مالک بن جاتا، مگر ایسا نہیں ہوتا۔

اگر آج دنیا دولت کی پجاری ہے تو اس لئے کہ دنیا کے کاروبار پیسے سے چلتے ہیں۔ اس کی طلب انسان کی زندگی کا مقصد بنا ہوا ہے اور انسان خدا کو بھولا ہوا ہے۔ دولت کی اس گمراہی کو دیکھ کر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب نے دولت اور دنیا کو بالکل چھوڑ کر راہب یا نن بننے یا سادھو اور بھکشو کی زندگی اختیار کرنے میں انسان کی فلاح سمجھی۔ اسلام نے درمیان کا راستہ اختیار کیا۔ مال و دولت کماؤ مگر جائز طریقہ پر اور اسے اپنا ان داتا سمجھ کر سانپ کی طرح اس پر کنڈلی ڈال کر مت بیٹھو بلکہ اسے خرچ کرو اللہ کے راستے میں جو اسے دینے والا ہے۔ اسی لئے فرمایا مما رزقنھم یعنی تمہیں جو مال و دولت ملتا ہے وہ ہم دیتے ہیں۔ اگر دینے والے کی دولت پر کوئی

قابض ہو کر اسے اپنا مال اور حق سمجھنے تو وہ غاصب اور خائن بلکہ چور ہے۔ آپ اگر کسی کو سو روپے دیدیں مگر کہیں کہ میاں اس میں سے دس روپے میرے فلاں کام پر خرچ کر دینا اور دس روپے فلاں غریب کو دیدینا اور باقی تم اپنے بیوی بچوں کے کام میں لے آنا اور وہ شخص سارے کے سارے پیسے کھا جائے یا آپ کو ٹکا سا جواب دیدے کہ آپ ہوتے کون ہیں؟ تو آپ ایسے ناشکر گزار بلکہ غاصب انسان کو کیا سمجھیں گے اور پولیس کے حوالے کریں گے یا نہیں تا کہ اسے سزا ملے؟

خدا کے بتائے ہوئے کاموں پر خدا کے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرنے پر پھر ثواب اتنا کیوں ہے کہ کم سے کم دس گنا بلکہ ستر گنا یا سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ ثواب ملنے کی خوشخبری دی گئی ہے؟ اس لئے کہ بظاہر چونکہ یہ مال خدا کے ہاتھوں سے نہیں ملتا بلکہ انسان اپنے ہاتھوں سے کماتا ہے اس لئے وہ اسے اپنا سمجھتا ہے اور مال سے جو کام نکلتے ہیں اور عیش و آرام اور دنیا کی زینت کے سامان جو ملتے ہیں ان کی وجہ سے انسان مال سے بے حد محبت کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی تو وہ کہے گی ھل من مزید یعنی کیا کچھ اور ہے؟ تو مال کی محبت اور طلب کا بھی یہی رنگ بن جاتا ہے جو سینکڑوں کماتا ہے وہ ہزاروں کی فکر میں ہے، جو ہزاروں کماتا ہے وہ لاکھوں کی فکر میں ہے، جو لاکھوں کماتا ہے وہ کروڑوں کے غم میں ہے، جو کروڑوں کما رہا ہے وہ اربوں کے لئے ہائے ہائے کر رہا ہے۔ مال کی ہوس کبھی ختم ہونے میں نہیں آتی ہے بلکہ آگ کی طرح بھڑکتی اور پھیلتی ہے۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے رسولؐ کی محبت، اس کے دین کی محبت، اس کے کلام کی محبت اور اپنے غریب بہن بھائیوں یعنی خدا کی مخلوق سے محبت اور ہمدردی ٹھنڈی محبتیں ہیں اور یہ مال کی آگ بھری محبت پر ٹھنڈے پانی کا کام کر کے اس محبت کو ہلکا کر کے ان اعلیٰ محبتوں کے ماتحت کر دیتی ہیں۔ آگ جو قابو میں ہو مفید ہوتی ہے۔ جو بے قابو ہو کر بھڑک اٹھے وہ جہنم بن جاتی ہے۔ تو مال کی محبت پر چھری پھیر کر خدا اور خدا کی مخلوق کی خدمت میں مال کو خرچ کرنا انسان کے لئے اجر کا باعث بن جاتا ہے۔ قرآن نے فرمایا: ومما رزقنهم ينفقون یعنی جو ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی ضرورت اور موقع کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ اہم دینی یا قومی ضرورت کے موقع پر سب کا سب مال خرچ کر دینا جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک موقع پر خرچ کر دکھایا، یا آدھا دے دینا جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا، ہی ٹھیک ہے۔ مگر دوسرے موقعوں پر جیسی ضرورت ہو ویسا خرچ کرنا چاہیے۔

تو اگر سب مال خدا کا ہے تو پھر اس نے کیوں نہ اسے اپنے ہاتھ میں رکھا اور دینی اور سماجی ضروریات پر خود خرچ کیا؟ اگر وہ ایسا کرتا تو پھر انسان کو اپنی اگلی زندگی کے لئے اجر کمانے کا موقع کہاں ملتا؟ وہاں تو وہی دولت بڑھ چڑھ کر ملے گی جو آپ نے خود اگلے گھر بھیجی۔ پھر مال کو خدا کے بتائے ہوئے کاموں میں خرچ کرنے سے خدائی صفات انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں جس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات چار ہیں جو سورۃ فاتحہ میں مذکور ہیں۔ رب العــالمين یعنی تمام مخلوق کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے والا ہے، الرحمٰن یعنی جو بن مانگے محض اپنے رحم کے جوش سے دے، الرحیم یعنی مانگنے پر بڑھ چڑھ کر دینے والا اور مالک یوم الدین یعنی جزاء کے دن کا مالک تو مال خرچ کرنے سے، جتنا خرچ کرو اتنا ہی زیادہ، یہ صفات انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ ایسا انسان ربوبیت کا کام کرتا ہے جب وہ غریب اور نادار بہن بھائیوں کو مال کی امداد دے کر ان کی حالت بہتر بناتا ہے یا دینی کاموں میں خرچ کر کے دنیاداروں کو دیندار بنانے میں مدد کرتا ہے کہ وہ بھی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دیتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان بن مانگے خلق خدا کی یا دینی ضرورتوں کی مدد کرتا ہے تو رحمانیت کی صفت ایسے انسان میں پیدا کرتی ہے یا مانگنے پر خلق خدا یا دین کے لئے بڑھ چڑھ کر دیتا ہے تو وہ رحیمیت کا رنگ ہے یا لوگوں مثلاً مزدور کے کام کا بڑھ چڑھ کر اجر دے تو وہ مـالك يـوم الدين کی خوبی ہے تو جو شخص مال کو خدا کے بتائے ہوئے کاموں پر خرچ کرتا ہے وہ نہ صرف آخرت میں جو ہمیشہ کا گھر ہے دولت مند ہوگا جبکہ اس دنیا کے مال و دولت یہیں رہ جائیں گے بلکہ وہ خدائی صفات اپنے اندر پیدا کر کے ہمیشہ کے لئے خوش و خرم رہے گا۔

میں نے بتایا تھا کہ لفظ رزق میں انسان کے جسمانی قواء اس کی عقل، اس کے ہنر سب شامل ہیں تو جو شخص اپنے جسمانی قواء کو کام میں لا کر خلق خدا کی خدمت

کرتا ہے جیسا کہ مثلاً ایک نرس کرتی ہے یا خدا کے دین کے لئے جہاد کرنے والا کرتا ہے ،تو وہ بھی ممـا رزقهنم ينفقون کے ماتحت آ جاتا ہے۔ایک انسان اپنی عقل یا اپنے علم یا ہنر سے خلق خدا یا خدا کے دین کی خدمت کرتا ہے تو وہ بھی ممـا رزقنهم ينفقون ہے۔ اسی طرح جو روحانیت یا معرفت انسان کو نماز قائم کرکے یا قرآن حکیم کے مطالعہ سے ملے اسے دوسروں تک پہنچانا اور اس سے خدمت دین کرنا یہ بھی مما رزقنهم ينفقون ہے۔یا وہ عمر یا وقت جو انسان کو ملا ہے اسے خلق خدا کی خدمت میں لگانا یا دین کی خدمت میں لگانا وہ بھی مما رزقنهم ينفقون ہے۔

اب میں آج کے سبق کی آخری آیت کو لیتا ہوں :یعنی وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں‘‘ ۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو انسان کے لئے پیدا کیا مگر انسان کو نہ بتایا کہ اسے کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور کس راستہ پر چل کر وہ اس مقصد کو پا سکتا ہے؟ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں بتا آیا ہوں کہ وہ اعلیٰ ترین مقصد خدا کو پانا ہے اور میں سورۃ بقرہ کی پہلی آیت کی تفسیر میں بتا آیا ہوں کہ خدا کو پانے کا راستہ قرآن حکیم بتاتا ہے یعنی اس قرآن پر چل کر انسان خدا کو پا سکتا ہے اس لئے اس قرآن پر ایمان لا کر اس پر عمل کرنا از بس ضروری ہے مگر ساتھ ہی قرآن سے پہلی کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ٹھہرایا تا کہ مسلمان میں تکبر نہ پیدا نہ ہو۔تنگ دلی نہ پیدا ہو کہ صرف مجھے خدا کی ہدایت ملی ہے (جیسا کہ تمام دوسرے مذہب کے لوگوں نے سمجھا) بلکہ نسل انسانی سے اخوت اور ہمدردی پیدا ہو۔ پھر قرآن مجید بتاتا ہے (جس کو آج دوسرے مذاہب والے خود مانتے ہیں) کہ ان کی کتابیں ضائع ہوگئیں یا ان میں تحریف اور ردو بدل ہو گیا ہے اور اس لئے آج ان پر ایمان لانا مشکل ہے کیونکہ ان کی حالت ایسی خراب ہے کہ یقین نہیں آتا کہ وہ خدا کی کتابیں ہوسکتی ہیں ۔ اسی لئے اگرچہ تاریخ کے لحاظ سے وہ کتابیں پہلے اتریں اور قرآن پاک بعد میں، مگر یہاں قرآن کا پہلے ذکر فرمایا کہ اس پر ایمان لا کر ہی انسان دوسری الہامی کتابوں کو بھی منجانب اللہ مان سکتا ہے ورنہ نہیں۔تو یہ قرآن حکیم کا دوسرے مذاہب پر کس قدر احسان ہے اور اسی سے مذہبی صلح و آشتی پیدا ہوسکتی ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں کو بھی منجانب اللہ منوایا اگرچہ ان کے ضائع ہوجانے یا ردو بدل ہوجانے کی وجہ سے ، جسے دوسرے مذاہب والے اب خود مانتے ہیں، ان پر عمل اب ممکن نہیں رہا۔ پھر وہ کتابیں ایک خاص قوم (جیسے بنی اسرائیل یا آریہ قوم) کے لئے اتری تھیں اور ان کی تعلیم وقتی اور نامکمل تھی جیسا کہ انجیل نے خود مانا ہے (یوحنا، باب ۱۶ آیات ۱۲ تا ۱۴) اور ان میں جو باتیں محفوظ کرنے یا عمل کے قابل تھیں انہیں قرآن میں رکھ دیا گیا ہے۔قرآن پر عمل سب اچھی تعلیموں پر عمل ہے۔

آخری بات تھی آخرت پر یقین۔یہ انسان کے لئے سب سے بڑی خوشخبری ہے کیونکہ کوئی انسان مر کر ختم نہیں ہونا چاہتا تو انسان کو خبر دی کہ جس طرح تمہاری زندگی میں اگر کوئی چیز یقینی ہے تو وہ موت ہے، اسی طرح یہ یقینی ہے کہ تم نے مر کر ختم نہیں ہو جانا بلکہ بہتر اور اعلیٰ اور ہمیشہ کی زندگی پانا ہے۔مگر وہاں دنیا کی زندگی کا حساب کتاب بھی ہے ۔ اگر تم نے دنیا کی زندگی قرآن کی ہدایت کے مطابق گذاری تو آخرت میں بھی خوش وخرم جنت میں رہو گے ورنہ تمہارا علاج اور تمہیں پاک جہنم کی آگ سے کیا جائے گا جو بہت دکھ اور ہولناک انجام ہے۔اس دنیا میں تو نیک بعض وقت دکھوں میں ہوتے ہیں اور بدلوگ مزے کر رہے ہوتے ہیں،مگر اگر نیکی کا انجام بالآخر اچھا ہے اور بدی کا برا تو دانشمندی یہ ہے کہ تم آخرت کی فکر کرو نہ کسی فوری فائدہ یا آرام کی۔ جو بچہ امتحان اور اس کے ہونے والے نتیجوں کی پروانہ کرتے ہوئے کھیل کود میں زندگی گنوا دیتا ہے وہ بالآخر رسوا اور دکھی ہوتا ہے اور جو امتحان کے لئے اور اس کے بعد اعلیٰ زندگی پانے کے لئے محنت کرتا اور فضول باتوں میں وقت نہیں گنواتا وہ بالآخر ہمیشہ کے لئے سکھی اور آرام میں ہوتا ہے۔اس لئے آخرت پہ یقین کئے بغیر نہ تو انسان کی اصلاح ہوسکتی ہے نہ وہ محنت اور مشقت جو نیکی کرنے میں ہے وہ کرسکتا ہے اور پھر انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کو پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت اور اس کا قرب تو آخرت میں ہی نصیب ہوگا۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

امتحان

ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں ہمیں بتائیں وہ احادیث کی کتب میں لکھی ہوئی ہیں ۔ حدیث کی مشہور کتاب ''صحیح بخاری'' میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی رہتے تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔۔۔ اللہ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا۔ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جو سب سے پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور کہا: ''تجھے کونسی چیز سے بہت پیار ہے''۔ اس نے کہا: ''اچھا رنگ اور اچھا بدن اور وہ چیز مجھ سے دور ہو جائے جس سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں''۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ پھر فرشتے نے کوڑھی سے پوچھا: ''تجھے کونسا مال پسند ہے؟'' اس نے کہا: ''اونٹ''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اونٹ بھی دے دیئے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: ''تجھے سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟'' گنجے نے کہا: ''خوبصورت بال''۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجا پن جاتا رہا اور اللہ نے اس کو خوبصورت بال دے دیئے۔ پھر فرشتے نے اس سے پوچھا: ''تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے؟'' اس نے کہا: ''گائے''۔ پس اس کو بھی گائے دے دی گئی۔ اور اللہ نے اس کے رزق میں بہت برکت دی اور وہ امیر ہو گیا۔

اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح پوچھا اور اندھے کو بھی آنکھیں اور بکریاں دے دی گئیں۔ اندھا نہ صرف دنیا دیکھنے لگا بلکہ مالا مال بھی ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فرشتہ ایک کوڑھی فقیر بن کر سب سے پہلے کوڑھی، جو اب صحت منداور دولت مند بھی تھا، اس کے پاس آیا اور کہا: ''غریب آدمی ہوں سفر میں میرا مال و اسباب جاتا رہا، اب میری مدد کرو اور مجھ کو ایک اونٹ دے دو، جس کے ذریعے میں اپنی منزل تک جاسکوں''۔ کوڑھی نے جواب دیا: ''میرے پاس تو مال کم ہے اور خرچ زیادہ، میں تمہیں کیسے کچھ دوں؟'' فرشتہ بولا: ''میں تجھے پہچانتا ہوں کیا تو کوڑھی نہ تھا اور لوگ نفرت سے تجھے دیکھتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے شفا دی اور مال بھی عطا کیا''۔ اس پر کوڑھی نے کہا: ''مجھے تو یہ مال و دولت باپ دادا سے وراثت میں ملی ہے''۔ فرشتہ بولا: ''تو جھوٹا ہے''۔ اللہ نے اس شخص کو دوبارہ پہلے جیسا بنا دیا۔

پھر فرشتہ نے گنجے سے بھی مال مانگا تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پہلے جیسا کر دیا۔

پھر فرشتہ اس نابینا کے پاس گیا اور کہا: ''غریب مسافر ہوں مجھ کو ایک بکری دے دو''۔ جواب میں اندھا جو اب صحت منداور امیر تھا اس نے جواب دیا: ''بے شک میں اندھا تھا مجھے میرے اللہ نے بینائی دی، پس جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے''۔ فرشتے نے کہا: ''اپنا مال اپنے پاس رکھ، حقیقت یہ ہے کہ تم تینوں کو آزمایا گیا پس اللہ تجھ سے راضی ہوا اور تیرے دونوں ساتھیوں پر غصہ ہوا!''

☆☆☆☆

اقوال زریں

سیدنا حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ

☆ علم کا کمال یہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اس مقام پر پہنچ جاؤ کہ بالآخر تمہیں یہ کہنا پڑے کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔

☆ جو شخص خدا کی عبادت ذاتی اغراض کے لئے کرتا ہے وہ اپنی پرستش کرتا ہے خدا کی نہیں۔

☆ علماء کا کام غور و فکر کرنا ہے۔ جہلاء کا کام صرف سنی سنائی بات کا بیان کرنا ہے۔

☆ علم بہت سے ہیں اور کوئی انسان بیک وقت سب علوم نہیں سیکھ سکتا اور نہ ہی تمام علوم سیکھنا انسان پر فرض ہیں۔

☆ انسان کے پاس عقل اور علم بھی کسی چیز کو جاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔ لیکن خدا کو جاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اگر صرف عقل اور علم کافی ہوتے تو ہر عالم عارف ہوتا۔

☆ فقیر وہ ہے جس کے پاس نہ دنیا کی کوئی چیز ہو۔ نہ اسے کسی چیز کے ملنے کی خوشی ہو اور نہ کسی چیز کے تلف کرنے سے رنج ہو۔

☆ دل کی آنکھ عبادت سے کھلتی ہے۔ اس کی رسائی لامکاں تک ہے اور کائنات کا کوئی راز اس سے پنہاں نہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام

☆ نماز میں قلب کی، مجلس میں زبان کی، غضب میں ہاتھ کی اور دسترخوان پر پیٹ کی حفاظت کرو۔

☆ عاقلوں کی صحبت اختیار کرو یہ مشکل وقت میں تیری مدد کریں گے۔

☆ جس طرح بارش خشک زمین کو زندہ کرتی ہے اسی طرح صحبتِ علماء سے دل زندہ ہوتا ہے۔

☆ بدگمانی کو اپنے اوپر غالب مت آنے دو ورنہ تمہیں دنیا میں کوئی ہمدرد نہ مل سکے گا۔

☆☆☆☆

علم

علم ہے خوش حالی کا باب
علم سے ہے دنیا شاداب
علم سے روشن بام و در
علم ہے عظمت کا محور
علم ہے زینہ رفعت کا
علم خزینہ دولت کا
علم ترقی کی بنیاد
علم سے صنعت کی ایجاد
علم سے فطرت کی تسخیر
علم سے دنیا کی تعمیر
علم سے انسان کی ہے شان
علم شرافت کی پہچان
علم سے روشن ہستی ہے
علم سے بستی، بستی ہے
علم حقیقی دولت ہے
علم خدا کی نعمت ہے

☆☆☆☆

دُعا

اے خالقِ حقیقی سن لے دعا ہماری
پہنچے فلک پہ اب تو یہ التجا ہماری
نیکی سے ہم کو کردے تو مالا مال مولا
روشن ترین ہوں سب دن، ماہ و سال مولا
اخلاق بھی ہو اونچا، کردار بھی ہو اونچا
اسلاف کا دکھادے یارب ہمیں تو رستہ
دکھ درد میں سبھی کے ہم کام آئیں یارب
ہرگز نہ ہم پہ درد و آلام آئیں یارب
تجھ ہی سے مانگتے ہیں علم و ہنر عطا کر
مومن کی آنکھ والی اونچی نظر عطا کر
اونچا ہے نام تیرا اونچا مقام تیرا
اپنا ہر ایک سویرا ہو نور کا سویرا
جامع مقام تو ہے عالی صفات تو ہے
جو فخر کے ہے لائق وہ ایک ذات تو ہے

☆☆☆☆

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ

سوال نمبر1: صادق کا کیا مطلب ہے؟

(۱): انتہائی امانت دار (۲): انتہائی سچا (۳): انتہائی نیک

سوال نمبر2: رسول اکرم صلعم کی پہلی زوجہ محترمہ کا نام بتائیں؟

(۱): حضرت زینبؓ (۲): حضرت ماریہؓ (۳): حضرت خدیجہؓ

سوال نمبر3: ہجرت مدینہ کے دوران آنحضرت صلعم نے کسی غار میں پناہ لی؟

(۱): غار ثور (۲): غار حرا

سوال نمبر4: مسجد نبویؐ میں سب سے پہلے اذان کس نے دی؟

(۱): حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲): حضرت عمر فاروقؓ (۳): حضرت بلالؓ

سوال نمبر5: جب کسی کا شکریہ ادا کرنا ہو تو کیا کہتے ہیں؟

(۱): ماشاءاللہ (۲): جزاک اللہ (۳): الحمداللہ

گذشتہ ماہ کے درست جواب دینے والوں کے نام

(۱): معید حسین (۲): ولید حسین

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیوگارڈن ٹاؤن لاہور۔

نیز جوابات sms کے ذریعے بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

☆ اپنا نام اور شہر کا نام ☆ سوال کا نمبر اور آگے جواب

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر بھیجیں

☆☆☆☆

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔۵۔عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

یہ امتحانِ زندگی ہیں عارضی وسرسری

از: اعظم علوی

خدا کرے کہ محنتیں تمہاری کامیاب ہوں
یہ زندگی کی منزلیں تمہارے ہمرکاب ہوں
وہاں کی روشنی بڑھے جہاں بھی باریاب ہوں
تمہاری راہ میں سدا یہ مہر و ماہتاب ہوں
تمہارے دم قدم سے ہو جہان بھر میں روشنی

چمن چمن کی نکہتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں
جہاں جہاں کی وسعتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں
قدم قدم پہ نصرتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں
یہ برکتیں ، یہ رحمتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں
بڑھو تو بے خطر بڑھو نہ خوف ہو نہ بے بسی

جو مشکلوں سے ڈر گیا اسے تو کچھ نہ مل سکا
جو ہمتیں جوان ہیں تو مشکلوں میں کود جا
یہی ہے درسِ علم و فن یہی ہے سب کا رہنما
سمندروں میں ڈوب کر ملا ہے گوہرِ صفا
یہی ہے روحِ زندگی یہی ہے جانِ زندگی

جدا جو ہو رہے ہو تم ہمیں بڑا ملال ہے
زباں سے کیا کہوں تمہیں جو اپنے دل کا حال ہے
مگر یہی ہے زندگی جو خواب بے خیال ہے
یہاں کسے قرار ہے یہاں سکوں محال ہے
خدا تمہارے ساتھ ہو کہ ہے اسی میں بہتری